إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

ماہنامہ
دلیل راہ
لاہور

اگست 2009ء ... 1430ھ

واصل بذات کبریا گا ہے نظر بر من فگن
اے ناقِ صلِّ علےٰ گا ہے نظر بر من فگن

حالِ زبوں بنگر مرا آمد منم دریوزہ گرا
اے صاحب جود و سخا گا ہے نظر بر من فگن

از دشمنان عز و جاہ آزاد کن بہر خدا
زوج بتول پارسا گا ہے نظر بر من فگن

از ناخن تدبیر کن واعقدۂ دارین را
مولا علی مشکل کشا گا ہے نظر بر من فگن

نعت رسول مقبول ﷺ

نعت نبی شعار ہے حُسنِ سخن کے ساتھ
یوں رنگ کیف ہے عجب سا جان وتن کے ساتھ
مدح رسول پاک کی توفیق با خدا
سرگرم ہے خورشید حرا کی کرن کے ساتھ
شاداب ہوں گے غم زدہ یادِ حضور سے
جس طرح ہوں گی نکہتیں سرو وسمن کے ساتھ
سرکار دو جہان کی رحمت کا دائرہ
دشت وچمن کے ساتھ ہے کوہ ودمن کے ساتھ
یادِ نبی سے تازگی فکر و نظر میں ہے
نافِ ختن کی ہے مہک نطق و دہن کے ساتھ
علم و ہنر کی روشنی ہے آپ کے طفیل
اس کی طلب ہے لازمی شوق ولگن کے ساتھ
کیف و سرور دل میں بھرد نعت پاک سے
تازہ ہو فکر مدحت شاہِ زمن کے ساتھ
کافی ہے تائب حشر میں بخشش کے واسطے
رکھ دینا ایک نعت ہی میرے کفن کے ساتھ

عبدالغنی تائب

رمضان المبارک

خوشیاں سبھی مناؤ رمضان آ گیا ہے
اعلان یہ سناؤ ، رمضان آ گیا ہے
رمضان پیارا آیا ، قرآن ساتھ لایا
قرآن تم سناؤ ، رمضان آ گیا ہے
قرآن زندگی ہے ، قرآن بندگی ہے
تم سب پڑھو ، پڑھاؤ ، رمضان آ گیا ہے
سحری بھی ہے عبادت افطار بھی عبادت
بے حد ثواب پاؤ رمضان آ گیا ہے
جنت کے در کھلے ہیں دوزخ بجھی ہوئی ہے
ڈر خوف تم نہ کھاؤ رمضان آ گیا ہے
کیوں غم میں ہو پریشاں کیوں بولتے نہیں ہو
سب کو گلے لگاؤ ،رمضان آ گیا ہے
ہر طرف رونقیں ہیں محفل بھی ہوئی ہے
سبھی مسجدوں میں آؤ، رمضان آگیا ہے
کیونکر پھروں میں مارا ، جب ہو ترا سہارا
ربانی کو نبھاؤ ، رمضان آ گیا ہے

پیر اقبال خان ہمدم رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو کیسا مسیحا ہے کہ بیمار کرے ہے

میرا آج کا اداریہ اس فرد یا افراد کے نام ہے جو پاکستان میں اختیارات اور اقتدار کا مرجع ہے۔ مجھے ایک شہری کی حیثیت سے اندازہ نہیں کہ صدر، وزیر اعظم یا پھر عسکری سربراہ کون یہ اعزاز رکھتا ہے۔ میں صرف یہ باور کرانا چاہوں گا کہ حکومت اور سطوت کے نشے ختم ہو جانے والے ہوتے ہیں، عہدے اور منصب دوسروں کی طرف منتقل ہو جانے والے اعزاز ہوتے ہیں۔ بے وفاؤں کے جھرمٹ میں اقتدار، حکومت اور طاقت کا راگ الاپنے والوں کو اللہ کا خوف کھانا چاہیے، ایک دن آنے والا ہے جب دنیا بھر کے ظالم بحیثیت مجرم اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ آج سوجھ بوجھ سے کام لینا، ہوش کے ناخن لینا، قیامت کے دن پشیمان ہونے سے بہتر ہے۔

پاکستان میں ابھی اسلام اور وطن کی محبت میں سرشار لوگوں کو وہ صدمہ بھی نہیں بھولا کہ پیر بابا اور رحمن بابا کے مزارات کی توہین کی گئی۔ مقبرے اکھیڑے گئے، قبریں پامال کی گئیں اور انسانیت کی تذلیل کی گئی، ہم سمجھتے تھے کہ یہ مروانی حرکتیں "فرقہ واریت" کا نشہ تھا، لیکن حال ہی میں راولپنڈی کے اندر کینٹ کمانڈر اور کسی زاہد نامی عسکری قائد کی نگرانی میں سی ایم ایچ اور آر اے بازار اور 22 نمبر چونگی کے درمیان چار مزارات پامال کر دیئے گئے۔ ظالم فوجیوں نے طالبان کی دیرینہ یادوں کو تازہ کیا۔ ہم تو پاکستانی قیادت کو شروع ہی سے باور کرا رہے ہیں کہ فوج اور دیگر اداروں کے اندر پاکستان کے مخالفین سرایت کر گئے ہیں اور وہ لوگ صرف اور صرف اہل سنت مخالف نہیں بلکہ پاکستان مخالف بھی ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ قابل غور ضرور ہے لیکن سرِ دست ہم گیلانی، زرداری، کیانی ہر تین حاملین منصب سے کہیں گے کہ مسجدیں، مقبرے، مزارات اور مقدس مقامات اکھیڑنے کی رسم ٹھیک نہیں۔ پنجاب اور سندھ حکومتوں میں بھی بعض مسجدیں گرانے کا شوق رکھنے والے دندناتے پھر رہے ہیں۔ ان تمام سرکش عناصر کو بروقت لگام نہ دی گئی تو یقینی امر ہے کہ ملک مزید افراتفری اور فساد کا شکار ہو گا۔

میں اپنے ملک کے عسکری، حکومتی اور انتظامی قائدین کو تاریخ اسلام کی ایک جھلک بتانا چاہوں گا۔

غازی سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ جب تخت نشین ہوا تو اس نے سب سے پہلے وزارت عظمیٰ کے لئے اپنے اس مذہبی استاد کا نام پیش کیا جس نے اسے بید مار مار کر قرآن حکیم کی تعلیم دی تھی اور اس میں شک نہیں کہ سلطان محمد کا استاد علامہ الکورانی الحز یوری اس اہم منصب پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ سلطان محمد نے یورپ کے علم اپنے سامنے سرنگوں کر دیئے تھے، بلاشبہ یونانیوں کی شوکت وحشمت کے خزانے اس کے پاؤں تلے ڈھیر ہو

چکے تھے اس نے اپنی ریاست کو معاملہ فہمی، تدبر اور متانت کے ساتھ منظم کیا۔ ریاست کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ مغربی اور ایشیائی دونوں حصوں کے دو قاضی مقرر کئے۔ آئین مدون کیا اور سلطان کی عظیم ترباب یہ کہ کسی بھی معاملے میں خود مداخلت نہ کرتا۔ آزادی اور عدل کی اس نے مثالیں قائم کر دیں۔ فوج کے لئے الگ قاضی عسکری مقرر کیا، جہاں واقعتاً عدل سے فیصلے ہوتے۔ سلطنت کے ہر گاؤں میں ایک درس گاہ قائم کی، بچوں کے تعلیمی اخراجات سرکاری خزانے پر ڈال دیئے۔ علماء کی ایک جماعت قائم کی۔ سلطان ذاتی طور پر خود ان سے رابطے میں رہتا اور علماء اور مشائخ سے راہنمائی حاصل کرتا۔ وزراء کا انتخاب دانش مند، زیرک اور پڑھے لکھے لوگوں سے ہوتا۔ سلطان نے کہیں حملہ کرنا ہوتا تو ساری ساری رات عبادت کرتا۔ اس نے عیسائی بطریقوں کو شاہی سرپرستی میں لے لیا۔ انہیں ٹیکسوں سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اس نے ایک بڑے آدمی کی طرح جس کا جو مقام تھا وہ دیا۔ شاہراہیں اور سڑکیں بنوائیں، مساجد کی تعمیر کی، ایک جگہ سڑک بناتے ہوئے ایک پرانا عیسائی قبرستان راہ میں آ گیا تو سلطان محمد نے کہا راستہ کی جہت بدل دی جائے اس لئے کہ ہمیں اللہ نے حکومت دل دکھانے کے لئے نہیں دی، روحوں کو سکون پہنچانے کے لئے دی ہے۔ ہارون الرشید اور اورنگزیب عالمگیر اور کئی ایک دوسرے بادشاہوں نے قابل رشک مثالیں قائم کیں۔ وہ لوگ طاقت اور قوت کا معنیٰ خدا کے سامنے عاجزی اور نیاز مندی سمجھتے تھے۔

جناب والا!

شیر شاہ سوری جب تخت نشین ہوا اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے نام کا سکہ جاری کیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ ملک میں کسی بھی شخص کو نقصان پہنچ جائے تو اس کا وبال حاکم کی گردن پر ہوگا۔ فیاضی اور قدر دانی اس کی کامیابی کے دو زینے تھے۔ اس کی سلطنت کے سولہ ہزار انتظامی پرگنے تھے۔ شیر شاہ نے انصرامی تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے زمین کی از سر نو پیمائش کروائی۔ خراج وصول کرنے کے طریقے وضع کئے۔ دریائے سندھ کے کنارے سے لے کر خلیج تک دو ہزار کوس لمبی سڑک بنوائی۔ آگرہ سے مانڈو تک چھ سو کوس سڑک عوام کو دی۔ لاہور سے ملتان جرنیلی سڑک بنائی۔ ہر سڑک کے کنارے پھل دار درخت لگوائے حسب ضرورت مسجدیں تعمیر کرائیں، مسجدوں میں اپنی طرف سے امام، مؤذن اور جاروب کش دیئے، قبرستانوں کو محفوظ کیا، خبر رسانی کا نظام مضبوط کیا، وہ صرف افغانوں کا ہیرو نہیں تھا اس کے بدن میں ایک مسلمان کی روح تڑپتی تھی۔ وہ رات کو تہجد کی نماز ادا کرتا، غسل کر کے صبح کی نماز با جماعت ادا کرتا۔ کھانا ہمیشہ علماء اور مشائخ کے ساتھ کھاتا۔ جو جنگ سخت اور مشکل محسوس کرتا، بزرگوں کے مزارات اور خانقاہوں میں عبادت کرنے والے پیشواؤں کی طرف رجوع کرتا۔ فتح ملتی تو سجدہ شکر بجالاتا اور مایوسی ہوتی تو وقت کے مشائخ کو بلا کر دعا کی درخواست کرتا۔ شیر شاہ سوری کے مؤرخین لکھتے ہیں کہ روہتاس قلعہ اور دیگر نو قلعے تعمیر کرواتے ہوئے اس نے ہدایت دے رکھی تھی کہ اہل اللہ کی قبروں کی تعظیم کی جائے۔ کسی پرانی مسجد کو منہدم نہ کیا جائے۔ جہاد سے فراغت ہوتی تو پرانی مسجدوں کی جگہ نئی اور عالی شان مسجدیں تعمیر کروا دیتا۔

ہمارے حکمرانوں اور عسکریوں کو شرم کھانی چاہیے۔ قبریں مسمار کرنے اور مسجدیں منہدم کرنے کی مکروہ کوششیں انسانیت کی خدمت نہیں آدمیت کی تذلیل ہے۔

ہماری معلومات میں یہ بات لائی گئی ہے کہ عیسائیوں کے مذہبی راہنماؤں کو گورا قبرستان کے بارے میں یقین دلایا گیا ہے کہ اسے چھیڑا نہیں جائے گا۔ گوروں کی قبروں سے صرف امریکہ کے ساتھ وفاداری کی رسم نبھانے کے لئے نرمی برتی گئی ہے۔ مسلمان اہل اللہ کے مزارات مسمار کرنے کے اعمال کے ڈانڈے کس سے ملتے ہیں، آؤ ایک واقعہ پڑھ لو شاید وہ باعث عبرت بن جائے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ 557ھ میں عیسائیوں نے اپنے سازشی دیوانخانے میں فیصلہ کیا

کہ رسول اکرم ﷺ کی مبارک قبر سے آپ کا جسد اطہر نکال کر اپنے قبضے میں لے لیا جائے، چنانچہ انہوں نے دو آدمی منتخب کئے جو مدینہ پہنچ کر یہ مکروہ کام سرانجام دیں۔ مدینہ پہنچ کر انہوں نے اہل مدینہ کو یہ تاثر دیا کہ ہم مغربی ہیں اور اندلس سے ہمارا تعلق ہے۔ انہوں نے قبر شریف سے قریب ''دیار عشرہ'' نامی جگہ پر قیام کیا۔ یہ دونوں رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، نماز پابندی سے ادا کرتے، التزام کے ساتھ مرقد انور پر حاضری دیتے۔ اصل میں یہ اپنے گھر سے ایک سرنگ کھود رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ان کی سازش کو بے نقاب کر دیا۔

سلطان نورالدین زنگی نے خواب میں حضور انور ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ دو بھورے رنگ کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرما رہے ہیں:

یا محمود انقذنی من ھٰذین

اے محمود!

مجھے ان دو سے بچالو

نیند سے بیدار ہوتے ہی سلطان نے مدینہ شریف کی طرف رخت سفر باندھا اور اپنی فراست، تدبر اور حکمت عملی سے ان دونوں کو پکڑ لیا اور روضہ کی مشرقی جالی کی طرف ان کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔

کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں ادھیڑنے کی کوشش بھی کی۔ بقیع میں تو ظالم کامیاب بھی ہو گئے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل پاک کے مزارات مسمار کئے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرز عمل کا شجرہ نسبت کس سے ملتا ہے، یقیناً ان عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ جنہوں نے روضہ رسول ﷺ کی بے حرمتی کرنے کی کوشش کی۔

حضور انور ﷺ کی حدیث ہے:

''اگر تم میں سے کوئی سلگتے انگارے پر بیٹھے اور آگ اس کے کپڑوں کو جلا کر جلد تک جا پہنچے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔'' (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کی قبر کو روندنے سے بہتر ہے کہ جلتے انگاروں پر قدم رکھا جائے۔ (طبرانی)

عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا جلدی سے نیچے اترو، نہ قبر والے کو تم اذیت دو اور نہ وہ تمہیں قیامت کے دن عذاب دلوانے کا سبب بنے (طبرانی، الترغیب)

بڑا نام کمانے کے لئے بہتیری مکروہ نسبتیں تاریخ میں موجود ہیں لیکن بری نسبتوں سے شہرت پانا اتنی اچھی منزل نہیں۔ نیکیوں کے حوالے سے خوش نامی کمانا سو سلطنتیں فتح کرنے سے اچھا انعام ہے لیکن یہ سوغاتیں مقدر ہی سے ملتی ہیں۔

مسلمان ملکوں کا زوال ان کی حدود کے سمٹنے اور سکڑنے سے نہیں ہوا بلکہ ان کے معاشروں کے انحطاط سے ہوا ہے۔ علماء پر جہلاء کو فضیلت دی جانے لگی ہے۔ اقتدار کی مسندیں خوشامدی کاسہ لیسوں نے گھیر رکھی ہیں۔ ہنرمند بے کار پڑے ہیں اور اجڈ تاجدار بنے ہوئے ہیں۔ غدار کار دار ہونے کی سلامیاں لے رہے ہیں اور ناداروں کی چھاتیاں گولیوں سے چھلنی ہو رہی ہیں رہزن راہنما بنے پھر رہے ہیں اور دانش ور گوشہ نشین ہو رہے ہیں۔

مسلمان حکمران اپنے دشمنوں کو قوم کا خون پلا رہے ہیں اور گوشت کھلا رہے ہیں۔

مذہب کو کمزور کرنے کے لئے مذہبی لبادے میں ہمفرے تلاش کئے جا رہے ہیں، وقت آ پہنچا ہے کہ زمین کا باطن زمین کے ظاہر سے اچھا ہو گیا ہے اور ظاہر ہے زمین میں رہنے والے زمین پر رہنے والوں سے اچھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زمانے بھر

کے وحشی مزاروں کی امن گاہوں میں بسنے والوں کے درپے ہوگئے۔ فوجی بھی اور غیر فوجی بھی قلم در دست مفتی بھی اور بندوق بردوش مجاہد بھی۔ خدارا انہیں کوئی بتائے یہ تو تمہارے محسن ہیں اوران کے مزار اوھیڑنے سے انہیں کیا ملے گا۔

اس مرتبہ اداریے میں میں اور مجھے کی تکرار نے، میں پھر کہوں گا کہ مجھے بڑا آزردہ کیا ہے لیکن کیا کروں مردوں کی لاشوں کو سولی چڑھانے والے فقہاء، علماء اور دانشور علم و ہنر بیچنے لگ جائیں اور قوم کا خون چاٹنے والے عسکری جب مزار مسمار کریں اور قبریں ٹینکوں تلے روندنے لگ جائیں پھر قوم کے ادب میں لٹی ہوئی قوم کی طرح جمع کے صیغے بھی مفرد اور تنہا ہو جاتے ہیں۔ تم "ہم" "میں" کی شکل اختیار کر لیتے ہیں پھر حرفوں کے کلیساؤں میں احتجاج کی گھنٹیاں بجتی ہیں اور دھڑکنوں کی مسجدوں میں اذانیں گونجنے لگ جاتی ہیں اور کئی نوجوان امید اور یاس کے درمیان الجھ کر بے سمجھ علم اور ناعاقبت اندیش قوت سے مزاحم ہو جاتے ہیں۔ دیکھنا پڑھنا چاہیں تو احمد فراز ہی کو پڑھ لیں۔

اے روشنی کے پیغمبر
یہ شوریدہ سر
حرف زن ہے
کہ محراب و منبر سے
فتویٰ گرو فتنہ پرداز دیں
حرف حق بیچتے ہیں
فقیہانِ مسند نشین
حرص دینار و درہم میں
تیرے صحیفے کا اک اک ورق بیچتے ہیں
یہ خلقت کا خون اور اپنی جبیں کا عرق بیچتے ہیں
پیمبر! مجھے حوصلہ دے
کہ میں ظلم کی قوتوں سے
اکیلا لڑا ہوں
کہ اس جہاں کے جہنم کدے میں
اکیلا کھڑا ہوں

اے میرے اللہ!
میری قوم کو فکری اعتدال اور عملی استحکام کی دولت سے مالا مال فرما۔

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر "تبصرہ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ قدر کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَآ
اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ
خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ
الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝٤
سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

بے شک اُسے ہم نے قدر والی رات میں نازل فرمایا (۱)
اور آپ نے کیا جانا شب قدر کیا ہے؟ (۲) قدر والی رات
ہزار مہینوں سے بہتر ہے (۳) اُترا کرتے ہیں اس میں ہجوم
در ہجوم فرشتے اور روح الامین اپنے ربّ کے حکم سے ہر کام
کے لئے (۴) سلامتی ہے وہ صبح طلوع ہونے تک (۵)

ظلمتوں میں اُجالوں کی منزل دینے والے رسول کے دل پر مکہ میں نازل ہونے والی سورت پانچ آیات پر مشتمل ہے۔ پیغام سیرت کا نام سورہ قدر ہے۔

سورہ قدر کا عنوان پانچ باتیں ہیں:

ایک غیر معمولی رات جس میں بہت سی سرگرمیاں تھیں۔ ایسی رات جو انسانی قافلوں کے لئے تکمیل سعادت کا روشن اعلان ہے۔ یہی وہ رات تھی جب اس زمین پر بسنے والوں کا رابطہ عالم بالا سے ہوا۔ کاروان انسانیت اسی رات میں ایک ایسے وسیلہ سے بہرہ ور ہوا تھا جس کی عظمت سیرت اور فضیلت صورت کا احاطہ انسان کی قوت مدرکہ کے لئے محال ٹھہرا۔

سورت کا دوسرا عنوان قدر ہے۔ یہ سورت پانچ آیات میں شرف وقدر کا حقیقی معیار واضح کر دیتی ہے اور تابناک جمالیاتی انداز میں انسانی ذہن اور روحانی صفحہ پر سعادت نامہ اتارنے کا بندوبست کر دیتی ہے۔

یہی وہ سورت ہے جس میں مقدس حروف کا بخت مند قاری ایک ایسے ضابطے سے دوچار ہوتا ہے۔ جسے اختیار کرنے سے جمالیاتی ماحول آفرینی کا کشود اور انکشاف ہو جاتا ہے۔ معاشروں کی تاریخ میں تہذیبی عظمتوں کے روشن نشانات کیسے نظر آتے ہیں۔ سورہ قدر کا یہ اہم مضمون ہے۔

سورت کا چوتھا عنوان ایک رات میں ہزار راتوں سے اچھا اور خوبصورت لمحاتی تصور اجاگر کرنا ہے۔ وقت کی گھڑیاں ایک ہی تکوینی حکمت کی تاریخ رکھتی ہیں لیکن اجالنے اور لمحوں کو نورانی بنانے والے وسائل کا ادراک سورت کی مخفی حقیقت ہے۔ اس تک رسائی قرآن کی اساسی دعوت ہے اور اس پر توجہ سورت کا عمود ہے۔

سورت میں معنویت کے اعتبار سے سلامتی اور امن کی تلاش پانچواں اہم نکتہ ہے۔ سورہ قدر کی پانچویں آیت یہ عظیم سرمایہ اپنے قاری کی روح میں انڈیل دیتی ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ بنو امیہ آپ کے منبر پر چڑھ گئے ہیں۔ یہ چیز آپ پر گراں گزری اس پر آپ کے مبارک دل پر سورہ قدر نازل ہوئی۔ جس میں اعلان تھا کہ بنو امیہ کی ہزار ماہ پر مشتمل تاریخ کچھ نہیں آپ کی تو ایک رات جس میں قرآن نازل ہوا، ہزار مہینوں سے افضل ہے

اس روایت کی وجہ سے ابو حیان اندلسی ایسے علماء اس سورت کو مدنی تصور کرتے ہیں جبکہ جمہور کا قول اس سورت کے مکی ہونے کا ہے۔

امام مالک نے مؤطا میں یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے ایک قابل اعتماد عالم سے سنا جو کہہ رہے تھے کہ حضور ﷺ کی اُمت کی عمریں چونکہ بہت تھوڑی ہوں گی اس لئے پہلی امتوں کے لوگوں کے برابر ان کے اعمال ہو نہیں سکتے اس لئے کہ ان کی عمریں زیادہ تھیں پس اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شب قدر عطا فرمانے کا اعلان کیا جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ سورت کا ادبی تناسق فضیلتوں کا روحانی، نورانی اور رحمت مآب نشان ہے لفظ "قدر" کا سہ بارہ تکرار معانی اور مطالب کی باران رحمت پر دلالت کرتا ہے۔

"لیلـــہ" کی قدر کے ساتھ ترکیب سورت کے مخفی رازوں کا عندیہ قائم کرتی ہے۔ کتاب کی نسبت سے جس قوم کی ایک رات ہزار مہینوں سے افضل ہو جاتی ہو اس کتاب پر عمل پیرا قوموں کے تابندہ دنوں کی فضیلت کا عالم کیا ہوگا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ قدر کی طرح لیلہ کا بھی تکرار تین ہی مرتبہ ہے۔

فرشتوں کا نزول اور روح کا اترنا سورت کا صرف ادبی جلوہ نہیں روحانی آہنگ بھی ہے۔ اس میں تحریک ہے اور روحانی صحیفوں کی خوبصورت تصویر ہے۔ ہر سو سلام کی ترکیب لگتا ہے ستاروں کا سکوت، مہ و پروین کی بلندی، راحت و روح کے سارے جلوے سمیٹ کر قاری قرآن کی آغوش میں رکھ دیتی ہے۔ یہی وہ لطیف موقع ہوتا ہے جب قاری قرآن شب قدر کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے۔ سارا مزا تو بس تلاش میں ہے اور سورت کی تحریک بھی یہی ہے۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾

بے شک اُسے ہم نے قدر والی رات میں نازل فرمایا (۱)

آیت کے فہم کے لئے تین بنیادیں ہیں جن میں غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔ پہلی بات وہ سہانا ماحول ہے جس میں آیت کا نور پوری طرح چمک رہا ہے۔ ترکیب آیت حسن بکھیر رہی ہے۔ ایک مسلسل، خوبصورت، کردار ساز اور دھیمی روشنی کی فیض بار عطا دل میں ضابطہ حق کے لئے یکسوئی پیدا کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے یہ روشنی، یہ نور، اور یہ جلوہ کس چیز کا ہے؟ اتارنے والا کیا اتار رہا ہے؟ نازل کرنے والا کیا نازل کر رہا ہے؟ قرآن حکیم اس کے لئے ایک ضمیر استعمال کرتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ضمیریں ابہام دور کرنے کے لئے ہوتی ہے لیکن یہاں تو محسوس ہوتا ہے کہ ضمیریں ایک آشکار حسن کا خود ہاتھ پکڑ کر سہارا لے رہی ہیں لیکن جس چیز کو اتارا جا رہا ہے اس کا جلوہ اتنا ظاہر اور اتنا

آشکار ہے کہ سورج میں اتنی روشنی نہیں جتنی روشنی خود نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم میں ہے۔

قرآن مجید کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے جن خیالات کا اظہار اپنے حکیمانہ خطبے میں کیا یہ انہی کا حصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اللہ نے اپنے رسولوں پر ایک ایسی کتاب اتاری جو نور ہے، ایسا نور جس کی قندیلیں کبھی گل نہیں ہوں گی۔
ایسا چراغ جس کی لو کبھی خاموش نہیں ہوگی
قرآن ایسا دریا ہے جس کی تہہ تک کبھی رسائی نہیں ہوسکتی
یہ ایسا راستہ ہے جس میں راہ پیمائی منزل سے محروم نہیں کرتی
کتاب ایسی کرن ہے جس کا نور کبھی مدھم نہیں ہوتا
ایسا ضابطہ جو ہمیشہ حق اور باطل میں امتیاز بتاتا رہے گا، اس کی دلیلیں کبھی کمزور نہیں ہوگی
قرآن ایسی عمارت ہے جس کے ستون کبھی منہدم نہیں ہوں گے
اس نازل ہونے والی کتاب کی آیتیں شفا ہیں جن کی موجودگی میں بیماریوں کا کھٹکا نہیں رہتا
قرآن عزت اور غلبہ کا نام ہے اس کے ساتھ چلنے والے کبھی شکست نہیں کھاتے
وہ سراپائے حق وحقیت ہے جس کے معاون بے یارومددگار نہیں ہوئے
قرآن ایمان کا معدن ہے
قرآن عقیدہ کا مرکز ہے
قرآن علم کا سرچشمہ ہے
قرآن معرفت کا سمندر ہے
قرآن عدل کا سرچشمہ ہے
قرآن انصاف کا حوض کوثر ہے
قرآن اسلام کا سنگ اساس ہے
قرآن حق کی جنت ہے
ایسا دریا جس سے پانی بھرنے والے اس کی زمین کو ننگا نہیں کرسکتے
قرآن ایسا چشمہ جس سے پانی کھینچنے والے اسے خشک نہیں کرسکتے
قرآن ایسا گھاٹ ہے جس پر اترنے والے اس کے پانی میں کمی نہیں لاسکتے
قرآن ایسا نشان ہے جو دیکھنے والوں سے کبھی گم نہیں ہوسکتا
وہ ایسا ٹیلہ ہے جس سے گزرنے والے آگے نہیں جاسکتے
قرآن کو اللہ نے علماء کی سیرابی کا ذریعہ
فقہاء کے لئے دلوں کی بہار
نیک لوگوں کے لئے شاہ راہ
بیماروں کے لئے دوا
اور اندھیروں میں رہنے والوں کے لئے نور بنادیا ہے
قرآن ایسی رسی ہے جس کے حلقے مضبوط ہیں
قرآن کی آیتیں مضبوط پناہ گاہیں ہیں
یہ وابستہ ہونے والوں کی عزت ہے
یہ اپنی حدود میں داخل ہونے والوں کے لئے صلح اور امن ہے
یہ پیروی کرنے والوں کے لئے پیغام ہدایت ہے

یہ اپنے پڑھنے والوں کے لئے دلیل ہے
یہ مخالفین کے لئے برھان ہے
یہ تائید چاہنے والوں کے لئے گواہ ہے
جو اسے دستور بنائے یہ اس کے لئے وسیلہ نجات ہے
یہ حقیقت شناسوں کے واضح اور دوٹوک جبکہ سلامتی بندوں کے لئے یہ سپر اور فہم والوں کے لئے یہ دانش ہے
یہ کلام بھی ہے اور قطعی حکم بھی۔ (نہج البلاغہ)

یہ سورت اپنے قاری کے سامنے واشگاف اعلان کرتی ہے کہ باہمی تعلقات کی اُستواری، خدا سے رابطے اور عزت وقدر کے حصول کا واحد ذریعہ قرآن حکیم ہے، جس کا نزول ختمی مرتبت ﷺ کے قلب منیر پر ہوا۔

آیت میں فہم کی دوسری بنیاد شب قدر کا عرفان ہے اور اس بات پر عقیدہ رکھنا ہے کہ انسانی تاریخ میں کروڑوں راتیں لمحاتی افق پر چھا گئیں لیکن انسانی زندگی کو انہوں نے اتنا متاثر نہیں کیا جتنا اس ایک رات، سہانی رات، ہمایوں رات، تقدیر بدل رات، نور آگاہ رات، راز بستہ رات اور جلوہ فگن رات نے متاثر کیا ہے۔ اسی رات کے جلوؤں نے پتھروں سے کلمے پڑھائے، درختوں کو قدم عطا کئے، سوکھے دریاؤں کو روانی بخشی، صحراؤں کو چمنستانوں کا لبادہ اوڑھا دیا۔ اسی رات کے پیغام نے پتھروں سے بنے خداؤں کی حقیقت بے نقاب کی، جہالت اور رسوم فاسقانہ کی قلعی کھولی، پیغمبروں کا مقام بتایا، سچ اور صدق کی طاقت واضح کی۔ آیت قدر کے شبنمی انداز نے حرفوں میں صداقتوں کی بجلیاں سموکر کفر کے ہر خرمن کو نذر آتش کر دیا یقیناً ایسی رات ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دنیا سے اٹھائی نہیں گئی بلکہ بار بار لائی جاتی ہے تاکہ کاروان انسانیت اس کے فیض سے بہرہ ور ہوتا رہے۔ زور تو اس بات پر ہے کہ اسے تلاش کیا جائے۔ (رواہ عبدالرزاق)

فہم آیت کی تیسری بنیاد یہ جاننا ہے کہ لیلۃ القدر سے مراد کیا ہے اور شب قدر کون سی ہے اور اس کی فضیلت کیا ہے؟

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رمضان کا پورا مہینہ برکتوں سے بھرا ہوا ہے، مگر وہ رحمتیں اور برکتیں جو اس کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں اور جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں۔ دنوں کی برکتیں روزہ کی صورت میں حاصل ہوتی ہیں اور راتوں کی برکتیں افطار کی صورت میں سحر کی تاخیر اور افطار کی تعجیل میں حکمت یہی ہے۔

امام ربانی مزید رقم فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے سال بھر کی برکتیں رمضان میں رکھ دی ہیں اور رمضان کی تمام برکتوں کا جوہر اس مہینہ کے آخری عشرہ میں رکھ دیا ہے اور آخری عشرہ کے انوار و برکات کا عطر شب قدر میں رکھ دیا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم پہلے مغلوب ہو بھی جاؤ تو رمضان کے آخری عشرہ میں مغلوب نہ ہو۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ابن عمرؓ کے حوالے سے بھی نقل کیا کہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو آخری عشرہ میں تلاش کرو لیکن اگر کوئی مجبوری یا کمزوری ہو جائے تو آخری ہفتہ میں مغلوب نہ ہو جاؤ۔

صحیحین کی حدیث ہے جو شخص شب قدر کا قیام ایمان اور نیک نیتی سے کرے گا اس کے تمام پہلے کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(بخاری، مسلم، ابن کثیر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں حضور ﷺ اتنی عبادت کرتے تھے جتنی دوسرے ایام میں نہیں کرتے تھے۔ (مسلم)

رہا یہ سوال کہ شب قدر کو لیلۃ القدر کیوں کہا گیا ہے؟ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں لکھا کہ رات کو قدر والی رات اس لئے کہا گیا کہ اس میں قدر و شرف والی کتاب نازل کی گئی ہے۔ (القرطبی)

قدر کا ایک معنی تقدیر اور تدبیر بھی ہوتا ہے اس نکتہ نظر سے قدر والی رات سے مراد وہ رات ہوگی جس میں مختلف حکمتیں طے کی جاتی ہیں اور مختلف امور کی تدبیر ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر)

قدر کا ایک معنی تنگ پڑ جانا بھی ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے شب قدر وہ ہوئی جس میں زمین پر اتنے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ پڑ جاتی ہے۔

امام زہری نے لکھا:

کہ اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات ریاضت، عبادت اور اعمال صالحہ کی قدر کی جاتی ہے۔ (ابن کثیر)

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝

اور آپ نے کیا جانا شب قدر کیا ہے

یہ انسانی فہم و ادراک کے بس کی بات نہیں کہ شب قدر کی برکتوں اور انقلابات کا احاطہ کر سکے۔ ایک ایسا دور جس میں انسانی اقدار کا تصور تک معدوم تھا۔ نامسعود لمحوں کے تکوینی مدوجزر سے ایک رات کا انتخاب جس میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کو نور سے بھر دیا قرآنی آیت انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ رہی ہے۔ اس کے باطن میں تحریک پیدا کر رہی ہے کہ وہ اپنے مصروف لمحوں سے کچھ وقت نکال کر ماضی میں ان لمحوں کا مشاہدہ کرے جس کا انتخاب فلاح انسانیت کا دستور دینے کے لئے خود رب ذوالجلال نے فرمایا یقیناً انسانی ادراک اس رات کی وسعت کو سمجھنے سے عاجز ہے جس میں حکیمانہ امور طے ہوئے اسی رات حق کا معیار طے ہوا۔

بیان کا حکیمانہ نظام غور و فکر کا تقاضا کرتا ہے اس آیت میں انسانی فہم کو عاجز کر کے بتایا گیا کہ وہ کیا جانے کہ شب قدر کی عظمتیں کیا ہیں؟ اگلی آیت میں روحانی تعبیرات کے دریچے قرآن نے خود کھول دئے، ایسے جیسے پہلی آیت میں تجسس میں تشویق پیدا کی تاکہ انسان سوچے اس سے کچھ کھو چکا ہے۔ پس اسے اپنی کھوئی ہوئی متاع تلاش کرنی چاہیئے اور اگلی آیت میں اسے بتا دیا گیا، یہ ہے وہ ماحول جس میں انسان تو مقدر سازی کے مراحل طے کر سکتا ہے۔ انسانی ذہن پر یہ کھول دینا تاکہ طریق زندگی کی تلاش میں وہ ٹھوکر نہ کھائے۔

شب قدر کون سی رات ہے؟ قرآن مجید جو کچھ کہتا ہے اس سے وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ رات رمضان المبارک میں ہے۔ احادیث میں اگرچہ چالیس اقوال ملتے ہیں لیکن مستند بات یہی ہے کہ یہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں رحمت نواز ہوتی ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ حضور انور ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے۔ ریاضت، ذکر و اذکار اور عبادت میں مشغول رہتے، یہ رات جب رحمت بار ہوئی ہے اس لئے کہ شعور اور جذبہ تلاش کی تربیت ہو تو پھر مخصوص اوقات کے پردوں میں رات کو سمو دینا اس رات کو مخفی رکھنے کی اصل حکمت ہے جیسے اسم اعظم کو اسماء میں، اس رات کو راتوں میں اور موت کو اوقات میں مخفی رکھا تاکہ لوگ رب کی رضا اور خوشنودی تلاش کرنے میں چابک دست ہو جائیں اور ان کا روحانی سفر معصیت کی ظلمتوں کو ترک کر کے انوار کی طرف جاری ساری رہے۔

شب قدر کی حکمتیں اس حقیقت کو بھی بے حجاب کرتی ہیں کہ اللہ اپنے انوار جب بھی عطا فرماتا ہے وہ زمانی، مکانی اور تخصصاتی قیودات کے ساتھ عطا فرماتا ہے۔ بعض اذہان چاہتے ہیں کہ روحانی مراحل کو پھاند کر بے محابہ نور کو چھو لیں سورہ قدر کی حکمتیں بتاتی ہیں کہ تدریجی سفر ہی عافیت نواز ہوتا ہے۔ یہ سوچیں احمقانہ ہوتی ہے کہ ساری جگہیں برابر ہے، سارے انسان برابر ہے۔ اور سارے اوقات برابر ہیں راتیں اللہ ہی نے بنائی ہے لیکن ساری راتیں برابر نہیں۔ معراج کی رات یا پھر نصف شعبان کی رات یا پھر شب قدر کی عظمتوں کو کوئی عام رات تھوڑا ہی چھو سکتی ہے۔ اس طرح جگہیں ساری اللہ ہی کی ہیں لیکن حرم اور مدینہ کے اماکن نور کا مقابلہ کوئی دوسری جگہ تھوڑا ہی کر سکتی ہے۔ بندے سارے اللہ ہی کے ہیں لیکن سب برابر نہیں۔ اس سبق کو مضبوطی سے یاد کیا جائے کہ قرآن خود حسن اماکن، حسن اوقات اور حسن صحبت کی تلاش کے تشویق پیدا کرتا ہے۔ کم از کم لیلۃ القدر کی حکمتوں سے ہمیشہ یہ بات تو سیکھ لینی چاہیئے کہ ظلمتیں اور روحانی الطاف برابر نہیں ہوتے۔

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے منثور کے اندر رسالت مآب ﷺ کا یہ نورانی قول نقل کیا ہے۔

ان اللہ وھب لا متی لیلۃ القدر لم لہ یعطھا من کان قبلھم

بے شک اللہ نے میری اُمت کو شب قدر عطا کی ہے۔ پہلی امتوں میں یہ شرف کسی اور کو نہیں ملا (در منثور)

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝

قدر والی رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے

شب قدر کی فضیلت خود قرآن حکیم بیان کرتا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے افضل رات ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

بنی اسرائیل کے ایک شخص نے جہادی لباس پہن رکھا تھا اور اس نے ہزار ماہ تک اس لباس کو نہ اتارا وہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں تگ و تاز

اور جہاد میں مشغول رہتا۔ حضور ﷺ کے اصحاب نے تعجب کیا اور تمنا کی کاش! یہ فضیلت انہیں بھی حاصل ہو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل رات ہے۔ (درمنثور، سیوطی)

آیت کریمہ میں ہزار کا لفظ ممکن ہے تکثیر کے لئے ہو لیکن روایات اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ یہاں ہزار سے مراد بیان تعداد ہی ہے، ہاں جب تعداد میں خود کثرت موجود ہے تو بیان فضیلت میں تکثیر کا معنی خود بخود مستفاد ہوتا ہے۔ قرآن نازل تو کسی ایک رات میں ہوا تھا لیکن راتوں کی گردش میں جب زمانہ اس مقام لطیف کو چھو لیتا ہے، برکات اور انوار کا اعادہ شروع ہو جاتا ہے۔ قرآن کے نزول کا جشن نو بہار اس میلاد پیغمبر کے جشن ولادت کی بڑی خوبصورت دلیل ہے۔ زندہ قومیں لطیف راتوں اور لطیف دنوں کو ہمیشہ یادگار بنائے رکھتی ہیں، بات تو فہم کی ہے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙ﴿۴﴾

اترا کرتے ہیں اس میں بجوم در بجوم فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے

آیت میں روح سے مراد جبرائیل امین ہیں۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ یہ رات روحانی حیات کی سوغات لے کر مطلع سے فیض بار ہوتی ہے۔ شب قدر کے لطیف لمحوں میں اصحاب قدر زمین کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر اپنے آپ کو عالم بالا سے وابستہ کر لیتے ہیں۔ خاکی وجود نورانی اور روحانی ماحول میں سیار بن جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص شب قدر میں عبادت کے لئے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جبرائیل امین کے ساتھ دنیا میں اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں سوائے شراب پینے والے اور خنزیر کا گوشت کھانے والے کے۔ (قرطبی)

ایک روایت میں ہے کہ یہ ذکر کرنے والوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿۵﴾

سلامتی ہے وہ صبح طلوع ہونے تک

نزول قرآن کی رات امن و سلامتی کی رات ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ وہ معتقدات جو اسلام نے انسانیت کو عطا کئے ہیں ان میں امن و سلامتی ایک باقاعدہ روحانی منزل ہے۔ یہ کیسے ممکن تھا دستور امن کے نزول کی رات ہو اور ہر طرف سلامتی نہ پھیلے اور سعادت نہ بکھرے۔ اسلام کا معنیٰ ہی سلامتی ہے۔ ایمان کا مفہوم ہی امن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب قرآن دنیا میں تشریف لائے تو آپ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ ''امن'' بانٹنے والی، جس دائی نے آپ کو پالا وہ ''ام ایمن'' تھیں، خود وہ امین تھے جس شہر میں ولادت ہوئی وہ ''بلد الامین'' تھا جو فرشتہ ان کے پاس وحی لے کر آتا وہ روح الامین تھا۔

سورہ قدر کا اختتام کتنے سہانے ماحول کی ترقیم سے ہو رہا ہے۔ یعنی نزول قرآن کی شب امن، چین اور دلجمعی کی رات تھی۔ اس رات لذتیں، حلاوتیں، برکتیں، طمانیت اور انوار انسان کا بخت اجالنے کے لئے اترتے رہتے ہیں اور یہ ماحول گھڑی دو گھڑی نہیں رہتا بلکہ طلوع فجر تک رحمتوں کی یہ برسات جاری رہتی ہے۔ قرآن حکیم اچھی یادوں کا یہ تحفہ قیامت تک کے انسانوں کو عطا کرتا ہے تاکہ ان کی روحیں اس ماحول کے حوض کوثر سے تہذیب کے مرحلے طے کرتی رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اگر میں شب قدر کے لطیف لمحے پالوں تو میں کیا دعا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا،

''یہ دعا کرو''

اللھم انک عفو

تحب العفو فاعف عنی

اے اللہ!

تو بہت معاف فرمانے والا ہے

اور معافی کو پسند کرتا ہے
میری خطائیں معاف فرما دے
سورت کا عمود یہ ہے
کہ اللہ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی چھوڑ نہیں دیا۔ اس کی رہنمائی کے لئے ایک ضابطہ، ایک آئین اور ایک کتاب اتاری ہے۔
کتاب کی نسبت اگر لمحوں کو شب قدر بنا دیتی ہے تو اس سے وابستہ انسانوں کو وہ کیا روحانی تحفے دیتی ہوگی۔
قرآن کی جمالیاتی تاکید اس کو خوبصورت انسان بنانے کی تشویق پیدا کرتی ہے۔ اصل زندگی تو احتساب اور ایمان ہی ہے۔
نزول کتاب سے کائنات کو نور سے بھر دینے والے
نور
نور النور
ہم سب کو بندگی کے نور سے اجال دے
تابندگی بخش
فروزاں کر
ایمان اور تسلیم کی تازگی سے حیات کو رونق بخش
قدر والے نور
جسے قدر اور شرافت سے نوازا ہے
اس کی قدر و منزلت
کے وسیلہ سے
ہمیں بھی شرف، قدر کا حصہ عطا فرما۔
یہ صحیح تیری عطاؤں کے توسع کا ہمیں ادراک نہیں
ہم بے بینا ہیں ہمیں اوقات کی قدر کرنے کا سلیقہ نہیں
کیفیت اتار
کیفیت دے
کیفیت کا نزول فرما
کہ
ہمارے ادراک کا زنگ اتر جائے
راتوں کو شب قدر کی تازگی بخش
دنوں کو ولادت نبوی کے نور سے جگمگا
فرشتوں اور روح کا رخ ہماری کٹیا کی طرف پھیر دے
زندگی کی شاموں کا رب
بھی تو ہے
اور
زندگی کے دنوں کا مالک
بھی تو ہی ہے
انوار و رحمت کے جلوے
زندگی کے آخری دن
اور
زندگی کی آخری سانس
تک قائم رکھ
اور تیری مدد کی ضرورت
تو یہاں اور وہاں ہر جگہ ہے

☆☆☆

ماہ رمضان کی فضیلت اور لائحہ عمل

رسول اکرم ﷺ کا کلیدی خطبہ

عن سلمان الفارسی ﷺ قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی اخر یوم من شعبان فقال یا ایها الناس قد اظلکم شهر عظیم شهر مبارک شهر فیه لیلة خیر من الف شهر جعل الله صیامه فریضة وقیام لیلة تطوعا من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه ومن ادی فریضة فیه کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه وهو شهر الصبر والصبر توابه الجنة وشهر المواساة وشهر یزاد فیه رزق المومن من فطر فیه صائما کان له مغفرة لذنوبه وعتق رقبته من النار وکان له مثل اجره من غیر ان ینتقص من اجره شئی قلنا یا رسول لیس کلنا یجد ما نفطر به الصائم فقال رسول الله ﷺ یعطی الله هذا الثواب من فطر صائما علی مذقة لبن اوثمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائما سقاه الله من حوضی شربة لایظماء حتی یدخل الجنة وهو شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة واخره عتق من النار ومن خفف عن مملوکه فیه غفر الله له واعتقه من النار

(مشکوۃ المصابیح کتاب الصوم ص۱۷۳،۱۷۲)

مفتی محمد صدیق ہزاروی

حضرت سلمان فارسی ؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا:

آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم پر ایک عظمت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے وہ برکت والا مہینہ ہے۔ ایسا مہینہ جس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں ایک نیکی کے ذریعے (اپنے رب کا) قرب حاصل کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو دوسرے مہینوں میں فرض ادا کرتا ہے اور جو آدمی اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے وہ دوسرے مہینوں میں (ادا کیے گئے) ستر فرائض کی طرح ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص اس میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کو جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے اور اسے اس (روزہ دار) جیسا ثواب ملتا ہے جب کہ اس کے اجر سے کچھ کم بھی نہیں ہوتا۔

حضرت سلمان فارسی ؓ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں ہر شخص کے پاس وہ چیز نہیں ہوتی جس کے ساتھ روزہ دار کو روزہ افطار کرائے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی یہ ثواب عطا فرماتا ہے جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کراتا ہے اور جو آدمی روزہ دار کو سیر کر کے کھلائے پلائے، اللہ تعالیٰ اسے میرے حوض سے اس قدر پلائے گا کہ وہ پیاسا نہیں ہوگا حتیٰ کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ اس مہینے کا اول (پہلا عشرہ) رحمت، درمیان والا حصہ (دوسرا عشرہ) مغفرت اور آخری حصہ (تیسرا عشرہ) جہنم سے آزادی ہے۔ جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام (ملازم وغیرہ) سے نرمی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے اور جنت میں داخل کرتا ہے۔

ماہِ رمضان کی فضیلت اور اس کی برکات، اس ماہ مقدس میں دنوں اور راتوں کی خصوصی عبادات، مفلس اور نادار لوگوں سے ہمدردی، ماتحت افراد سے حسن سلوک اور اس طرح کے بے شمار مضامین پر مشتمل یہ حدیث پاک نہایت جامع خطبہ رسول اللہ ﷺ ہے۔

اس حدیث کے حوالے سے پہلی بات جس کا ہمیں درس ملتا ہے، یہ ہے کہ مبلغین اور خطباء کرام کو ماہِ رمضان المبارک کے ورودِ مسعود سے پہلے اس ماہ سے متعلق امت کی ذمہ داریوں کا درس بھی دینا چاہیے اور اس کی برکات کو بھی واضح کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس ماہ مبارک کی محبت جاگزیں ہو اور وہ اس کی تعظیم و تکریم کے ساتھ ساتھ عبادت خداوندی اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار ہو سکیں۔

رسول اکرم ﷺ کا یہی طریقہ تھا۔ حجاج کرام کے مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف جانے سے پہلے خطبہ ارشاد فرما کر منیٰ میں قیام کے دوران سے متعلق احکام کا درس دیتے، پھر عرفات کی طرف روانگی سے پہلے وقوف عرفات اور دیگر مسائل کی تعلیم ارشاد فرماتے۔

عرفات میں خطبہ کے دوران مزدلفہ میں وقوف، منیٰ میں جمرات کو کنکریاں مارنے، حلق کروانے، قربانی کرنے وغیرہ سے متعلق خطبہ ارشاد فرماتے۔

ہمارے ہاں ایسا بھی دیکھا گیا کہ پورے ماہ رمضان میں روزے کی فضیلت اور اس مہینے کی فضیلت پر جمعہ کے خطبات میں گفتگو ہو رہی ہے۔ ہمارے خطباء اور ائمہ کرام شعبان المعظم کے آخری جمعۃ المبارک میں ماہ رمضان کی فضیلت، روزے کی فرضیت و اہمیت، نماز تراویح، مہنگائی کم کر کے روزہ داروں کو خورد و نوش کی اشیاء سستے داموں مہیا کرنے، صدقہ فطر اور اس کے علاوہ صدقات کے ذریعے غرباء کی مدد کا درس دیں اور ماہ رمضان میں ان اہم مسائل پر روشنی ڈالیں جن کے بارے میں امت مسلمہ کے لئے آگاہی ضروری ہے۔ مثلاً غزوہ بدر، فتح مکہ وغیرہ کے بیان کے ذریعے اسلامی جہاد اور دہشت گردی کے درمیان امتیاز ایسے موضوع پر گفتگو کریں۔ لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس حوالے سے قیام پاکستان کے مقاصد پر روشنی ڈالیں۔ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کے یوم شہادت کے حوالے سے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی محبتوں اور اتحاد و یکجہتی کے عنوان سے گفتگو کر کے بدباطن لوگوں کے زہریلے پروپیگنڈہ کا راستہ مسدود کریں۔

یہ انداز سنت نبوی کے مطابق ہونے کی وجہ سے اور عقل و دانش کی کسوٹی پر پورا اترنے کی وجہ سے نہایت مفید ہے۔

ماہ رمضان میں مومن کا رزق بڑھ جاتا ہے، ظاہر ہے تنخواہ وہی ہوتی ہے یا ذرائع آمدن میں معمولی طور پر اضافہ نہیں ہوتا بلکہ یہ قدرت الٰہیہ کا وہ کرشمہ ہے جسے دیکھا جا سکتا ہے، محسوس کیا جا سکتا ہے، سمجھا نہیں جا سکتا۔

اس مہینے کی عظمت و برکت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ شعبان المعظم کے آخری دن مغرب کی نماز میں نمازیوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں ہوتی لیکن جوں ہی چاند نظر آتا ہے مسجدیں بھر جاتی ہیں، حالانکہ کسی ظاہری طاقت کا دخل نہیں ہوتا، یہ اس ماہ مبارک کی برکات ہوتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ماہ رمضان المبارک کو "شہر المواساۃ" (خیر خواہی کا مہینہ) قرار دیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس ماہ مبارک میں خیر خواہی کی راہ اختیار کی جائے اور سال کے باقی حصے میں دوسروں کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہینے میں خیر خواہی انسان میں اس عادت کو پیدا کرتی ہے اور وہ سال بھر اس جذبہ سے سرشار رہتا ہے۔

اسلام کی یہی وہ سنہری تعلیم ہے جو معاشرتی بگاڑ کا قلع قمع کر کے باہمی محبت، مودت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرتی ہے۔

چونکہ روزہ دار عبادت گزار ہوتا ہے اس لئے اس کا روزہ افطار کرانا گویا اس عبادت کے ثواب میں شرکت ہے، اس لئے روزہ افطار کرانے والا بھی ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس روزہ افطار کرانے کا سامان نہیں ہوتا تو اس کے جواب میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک گھونٹ دودھ یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرائے اسے بھی یہ ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ حقیقت میں افطار کرانا سیر ہو کر کھانا پلانا ہے لیکن اگر اس کی طاقت نہ ہو تو کم از کم حصول ثواب کی خاطر ایک گھونٹ دودھ یا پانی یا ایک کھجور سے ہی افطار کرایا جائے۔

ہمارے ہاں معاشرتی ناہمواریوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان میں اچھے بھلے کھاتے پیتے لوگوں کی افطار پارٹیاں ہوتی ہیں اور اس میں طرح طرح کے کھانے پیش کئے جاتے ہیں، لیکن غرباء جو سحری اور افطاری کے وقت واجبی کھانے سے بھی محروم ہوتے ہیں ان کی طرف توجہ کم دی جاتی ہے۔

دوست احباب کی دعوت شرعاً ممنوع نہیں لیکن اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ بعض کام ذاتی طور پر برے یا ممنوع نہیں ہوتے بلکہ کسی دوسری وجہ سے قبیح قرار پاتے ہیں۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں ایسے امور کو قبیح لغیرہ کہا جاتا ہے۔

اس لئے دعوت کا اہتمام کرنے والے کے ارد گرد لوگ بھوکے ہوں اور ان کے پاس سحری وافطاری کا انتظام نہ ہو تو یہ افطاری پارٹی ناجائز اور حرام ہو جائے گی جب تک ان بھوکوں کی ضرورتوں کو پورا نہ کیا جائے۔

ماہ رمضان میں روزے کے ذریعے کفایت شعاری کا درس دیا گیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ روزہ ملت اسلامیہ کے اقتصادی مسائل کو حل کرنے میں مدد و معاون ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ سادگی کو اپنایا جائے اگر افطاری اور شام کے کھانے کو مستقل دو کھانوں کی شکل دے دی جائے تو اخراجات میں کمی کی بجائے اضافہ ہوگا اور روزے کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد فوت ہو جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی تعلیم دی کہ اس ماہ مبارک میں اپنے ملازمین، خدام اور ماتحت لوگوں سے نرمی برتی جائے، ان سے کم محنت کروائی جائے۔

یہ بات واضح ہے کہ ملازم بھی مسلمان ہے، اس نے بھی روزہ رکھا ہوا ہے، اسے بھی آرام کی ضرورت ہے، اس لئے جہاں اس کے کام (ڈیوٹی) میں تخفیف کرنی چاہئے وہاں اسے زائد وظیفہ دے کر اس کی مدد بھی کرنی چاہئے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس کا اجر بھی بتایا کہ ایسے لوگوں کو بارگاہ خداوندی سے بخشش اور جنت کا پروانہ ملتا ہے۔

غرض کہ اسلامی عبادات جہاں قرب خداوندی کا ذریعہ ہیں وہاں یہ معاشرتی زندگی کو جنت نظیر بنانے کا بھی اہم سبب ہیں اور یہ بات کسی دوسرے دین اور مذہب میں نہیں ہے۔ اگر ہم ان عبادات کو اس نگاہ سے بھی دیکھیں تو ہمارے بے شمار مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔

☆☆☆

شانِ قرآن

صاحبزادہ سید فیض الحسن آلو مہار شریف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اما بعد

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون "

آپ ہمیں بدعتی کہتے ہیں، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مناظرہ ہم بھی کر سکتے ہیں، جواب ہم بھی دے سکتے ہیں، دلیل بھی دے سکتے ہیں، ہم ویسے بھی زیادہ ہیں، ہم ہی سوادِ اعظم ہیں، ووٹ بھی ہمارے زیادہ ہیں، سرمایہ بھی ہمارا زیادہ ہے، کاروبار بھی ہمارا زیادہ ہے۔" تے ساڈے نال کوئی چنگی تند پاؤ ورنہ او کھے ہووو گے"۔

میں رب العالمین، محبوب رحمۃ اللعالمین:

میں نے کہا یا اللہ تو رب العالمین، تیرے جیسا کوئی اور بھی ہے، اگر میں اپنے جیسا اور بناؤں تو پھر بھی نہ مانو کیونکہ یہ کفر ہے۔

میں نے پوچھا: یا اللہ وہ کون ہے؟

فرمایا: میں رب العالمین، میں تولا نہیں جا سکتا، ناپا نہیں جا سکتا، حد میری کوئی نہیں۔

وہ جو میرا محبوب پھر رہا ہے، جس کی کملی پیوند لگی ہوئی ہے، پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے ہیں، جو کی روٹی کھا رہے ہیں، حلیمہ کی بکریاں چراتے ہیں، میں ہوں رب العالمین وہ ہے رحمۃ اللعالمین۔

نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر

نعرۂ رسالت: یا رسول اللہ

جہاں میں ہوں:

میں بھی کُل کے لئے وہ بھی کُل کے لئے۔

میں بھی عالمین کے لئے وہ بھی عالمین کے لئے۔

حد میری بھی کوئی نہیں حد اس کی بھی کوئی نہیں۔

تولا میں بھی نہیں جاتا، ناپا وہ بھی نہیں جاتا۔

جہاں وہ ہے وہاں میں ہوں۔

جہاں میں ہوں وہاں وہ ہے۔

جہاں میں نہیں وہاں وہ نہیں۔

جہاں وہ نہیں وہاں میں نہیں۔

میں ہوں رب العالمین اور کملی والا مصطفےٰ کیا ہے رحمۃ اللعالمین۔

کائنات کی بقا قرآن میں ہے:

جناب بندہ!

بات میں نے کرنی ہے قرآن کی مگر میں پوچھتا ہوں کہ ہمیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ قرآن ہے۔

اے قرآن میں تجھ پر قربان

اے قرآن تو نجات کائنات

اے قرآن تو مدار کائنات

اے قرآن تو تعمیر کائنات

اے قرآن تو حیات کائنات

انسان کی ہر مشکل کا حل قرآن میں موجود ہے۔

ہر مسئلے کا حل قرآن میں ہے۔

کائنات کی بقا قرآن میں ہے۔

کائنات کا ارتقاء قرآن میں ہے۔
کائنات کی فلاح قرآن میں ہے۔
کائنات کی بہبود قرآن میں ہے۔
اگر قرآن ہوگا تو دنیا بچے گی۔
قرآن نہ ہوگا تو دنیا ختم ہو جائے گی۔
اس لئے میں قرآن کی بات تو کروں گا لیکن ہمیں کیسے خبر ہوئی کہ یہ قرآن ہے۔

جو حضور فرمادیں وہ حق ہے:

آپ لاہور والے بہت استاد ہے، بہت سیانے ہیں، بولو رب کبھی دیکھا ہے تمہارے کاندھوں پر دو فرشتے ہیں انہیں کبھی دیکھا ہے؟ کیا نام ہے ان کراماً کاتبین، کبھی انہیں محسوس کیا ہے، کبھی جاگے ہیں، کبھی آپ کی ان سے بات ہوئی ہے، کبھی تمہارا ہاتھ ان سے چھوا نہیں، وہ نظر بھی نہیں آتے کبھی محسوس نہیں کیے جا سکتے، چھوئے نہیں جاتے لیکن تم کہتے ہو کہ وہ نور ایمان سے موجود ہیں۔
موت کا فرشتہ ہم نے نہیں دیکھا لیکن وہ موجود ہے۔
جبریل علیہ السلام کو کبھی دیکھا نہیں لیکن وہ موجود ہے۔
عذاب وثواب قبر ہم نے دیکھا نہیں لیکن عذاب وثواب ہے۔
جنت ہم نے نہیں دیکھی لیکن جنت ہے۔
یہ ساری باتیں ہم نے جو نہیں دیکھیں وہ موجود تو ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتیں پھر بھی مانتے ہیں۔ منطق میں نہیں آتیں پھر بھی مانتے ہیں، بلکہ جسے ہم عقیدہ کہتے ہیں وہ ہوتا ہی وہی ہے جو سمجھ میں نہ آسکے۔ جو سمجھ اور عقل میں آجائے وہ عقیدہ ہوتا ہی نہیں۔ ہم ہر بات کو مانتے ہیں۔
خدا ہم نے دیکھا نہیں مگر اسے مانتے ہیں۔
فرشتوں کو ہم نے نہیں دیکھا مگر ہم فرشتوں کو مانتے ہیں۔
حوروں کو ہم نے نہیں دیکھا ہم حوروں کو مانتے ہیں۔
منکر نکیر ہم نے نہیں دیکھے مگر انہیں مانتے ہیں۔
اس کی دلیل کیا ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ سب ہیں، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں موجود ہیں۔ کملی والے آقا نے دیکھے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

صحابہ کا انداز محبت:

اپنے ماضی کو دیکھو۔ چودہ صدیاں پیچھے جاؤ۔ ایک طرف دیکھیں شمع کے پاس پروانے ہیں۔۔۔۔۔۔ پھول کے پاس عندلیب ہے۔۔۔۔۔۔ چاند کے پاس ستارے ہیں۔۔۔۔۔۔ آفتاب کے پاس ہالہ ہے۔۔۔۔۔۔ مصطفےٰ کے پاس صحابہ ہیں۔

کر سکو گے کس طرح ان سے صحابہ کو جدا
گرد مدنی چاند کے تاروں کا ہالہ چاہئے

دائیں طرف صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، بائیں طرف عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، سامنے عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور پیچھے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔
کملی والے آقا گفتگو فرما رہے ہیں۔ ہونٹ ہل رہے ہیں مصطفےٰ کے۔۔۔۔۔۔
نطق مصطفےٰ کا
لہجہ مصطفےٰ کا
ارتعاش لب مصطفےٰ کا
آواز مصطفےٰ کی

کملی والے بولے اور بول کر کہنے لگے یہ میں بول رہا ہوں۔ صحابہ نے کہا صدقت یا رسول اللہ۔ یارسول اللہ آپ ہی بول رہے ہیں۔ ہونٹ آپ کے ہل رہے ہیں، آواز آپ کی ہے، آپ ہی بول رہے ہیں لیکن جب حضور ﷺ خاموش ہوئے محفل بھی وہی ہے، مقام بھی وہی ہے، مسجد بھی وہی ہے، سننے والے بھی وہی، بولنے والا بھی وہی، روح بھی وہی، زبان بھی وہی، آواز بھی وہی، لہجہ بھی وہی۔

پانچ منٹ بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اب میں نہیں بول رہا میرے منہ سے خدا بول رہا ہے۔

سننے والوں کے قربان جاؤں، انہوں نے پھر کہا صدقت یا رسول اللہ

یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہونٹ آپ کے ہل رہے ہیں مگر بول خدا رہا ہے۔

ہمارے لئے دلیل آپ ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں بول رہا ہوں، صحابہ نے کہا

صدقت یارسول اللہ ﷺ

حضور نے دوبارہ کہا کہ میرے منہ سے خدا بول رہا ہے۔ صحابہ نے کہا صدقت یارسول اللہ

صحابہ نے کہا یارسول اللہ! خواہ آپ بولیں خواہ وہ بولے، ہمیں تو آپ کے بولنے پر ایمان ہے۔ آپ بولیں تب بھی ایمان ہے، وہ بولے تب بھی ایمان ہے۔ آپ کہیں کہ میں بول رہا ہوں یہ بھی آپ کو پتا ہے، آپ کہیں کہ وہ بول رہا ہے اس کی بھی خبر آپ ہی کو ہے۔

ہماری دلیل آپ ہیں، ہمارا ضمیر آپ ہیں، ہمارا وزن آپ، آپ ہی بول رہے ہیں، جب آپ بولیں گے تو حدیث بن جائے گی، جب آپ بولیں گے تو قرآن بن جائے گا، منہ ایک ہے بولنے والے دو ہیں۔

بولنے کے لئے منہ چاہئے:

میرے دائیں بائیں بہت بڑے علماء بیٹھے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ پر فتویٰ نہ لگا دیں، میں بات عوام سے کر رہا ہوں، علمائے کرام نہ سنیں، کیونکہ یہ بھی ان پڑھ ہیں، میں بھی ان پڑھ ہوں، پڑھے لکھے ہمیں معاف فرمائیں۔

مجھے خیال آیا، یا اللہ جس کا منہ نہیں وہ بول ہی نہیں سکتا، جس کا حلق نہ ہو، دانت نہ ہوں، منہ نہ ہو وہ بول ہی نہیں سکتا، لفظ نکل سکتا ہی نہیں۔

یا اللہ! قرآن حروف میں ہے، الفاظ میں ہے۔ لفظوں کے لئے منہ چاہئے، ادائیگی کے لئے ہونٹ چاہئیں، زبان چاہئے، تیرا منہ بھی نہیں، دانت بھی نہیں، ہونٹ بھی نہیں، زبان بھی نہیں تو پھر بولتے کیسے ہو۔

حکم آیا! بدتمیز، بیوقوف میرے منہ کی بات کر رہے ہو۔ پاگل سارے زمانے کے، میں تمہارے جیسا نہیں ہوں، مجھے بولنے کی کوئی ضرورت نہیں، مجھے منہ کی ضرورت نہیں، مجھے جب بولنے کی ضرورت ہوتی ہے میں اپنے محبوب کے منہ سے گفتگو کر لیتا ہوں، منہ ایک ہے بولنے والے دو ہیں۔ جب اسے ضرورت ہو وہ استعمال کر لیتا ہے جب مجھے ضرورت ہو میں استعمال کر لیتا ہوں۔

جب وہ بولے تو حدیث بن جاتی ہے۔

جب میں بولوں تو قرآن بن جاتا ہے۔

تو جو کہتے ہیں کہ ہم حدیث کو نہیں مانتے، وہ اس منہ کو نہ مانیں جس سے قرآن و حدیث ارشاد ہو رہا ہے۔ خواہ وہ حدیث ہو خواہ وہ قرآن ہو جو اس منہ سے نکلے ہمارا اس منہ پر ایمان ہے۔

اقبال سے پوچھ لو:

تو شاید آپ یہ کہیں کہ یہ بات آپ نے اپنی طرف سے کہی ہے۔ میں نے آپ کے مفکر پاکستان، مصور پاکستان، حکیم الامت اور فلسفی حضرت علامہ اقبال سے پوچھا میں نے پوچھا اقبال: کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟

اقبال نے کہا نہیں

میں نے پوچھا عقل میں آیا ہے؟

اقبال نے کہا نہیں!

میں نے کہا خدا کو مانتے ہو!

کہنے لگے دل کی گہرائیوں سے مانتا ہوں، میں اپنے وجود کا انکار کر سکتا ہوں مگر خدا کا انکار نہیں کر سکتا۔

میں نے پوچھا! خدا کی دلیل کیا ہے؟

اقبال نے کہا:

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار
یا رسول اللہ او پنہاں تو پیدائے من

ترجمہ کیا ہے؟

جب میں نے اقبال کا شعر پڑھا تو میں نے اس کا ترجمہ پنجابی میں کیا، کیونکہ اس کا اردو میں ترجمہ نہیں ہو سکا۔

پنجابی زبان بڑی وسیع زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان بڑی عشق والی زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان عرفان والی زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان رومان والی زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان وارث شاہ کی زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان میاں محمد کی زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان بلھے شاہ کی زبان ہے۔۔۔۔۔۔میری پنجابی زبان خواجہ غلام فرید کی زبان۔۔۔۔۔۔سلطان باہو کی زبان عشق کی زبان۔۔۔۔۔۔محبت کی زبان۔۔۔۔۔۔پیار کی زبان۔۔۔۔۔۔عرفان کی زبان۔۔۔۔۔۔معرفت کی زبان۔

میں نے ترجمہ کیا پنجابی میں۔

اقبال نے کہا:

با خدا در پر وہ گویم با تو گویم آشکار
یارسول اللہ او پنہاں تو پیدائے من

یہ ترجمہ درست ہے:

میں نے حضرت اقبال سے کہا کہ حضرت میں نے آپ کے شعر کا پنجابی میں ترجمہ کیا ہے، کہنے لگے تم تو ابھی چھوٹے ہو۔ پہلے میرا شعر بھی سمجھا ہے یا نہیں۔ جب میں نے ترجمہ سنایا تو اقبال نے کہا میں مہر لگاتا ہوں کہ تمہارا ترجمہ بالکل صحیح ہے۔ اردو ترجمہ کیا تھا:

اقبال کہتا ہے:

یارسول اللہ آپ نے خدا کو دیکھ کر مانا ہے اور میں نے آپ سے سن کر مانا ہے۔

آپ کے لئے دید ہے میرے لئے شنید ہے
تیرے لئے خدا ہے میرے لئے آپ ہیں
"توں جانے تے اوہ جانے
میں جاناں تے توں جانیں"

یہ ہے اقبال کا ایمان، یہ ہے سینوں والا ایمان۔

با خدا در پر وہ گویم با تو گویم آشکار
یارسول اللہ او پنہاں تو پیدائے من

میری دلیل آپ ہیں، میری منزل آپ ہیں، میری کتاب آپ ہیں، عرفان میرا آپ ہیں، صحیفہ میرا آپ ہیں، سب کچھ آپ ہیں۔

خدا کا پیغام خاص علاقہ کے لئے:

پہلی کتابیں آئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے آئے، بابل کے شہر کے لئے نینوا کے علاقے کے لئے۔

حضرت یوسف کا پیغام آیا مصر کی گلیوں کو روشن کرنے کے لئے۔

حضرت موسیٰ کلیم کی توریت آئی طور کے علاقہ کو منور کرنے کے لئے۔

حضرت عیسیٰ کی انجیل آئی بنی اسرائیل کے گھرانے کے لئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ غیروں کے سامنے یہ موتی نہ ڈالو۔ بنی اسرائیل کے علاوہ میرے پیغام کا کوئی مخاطب نہیں۔

جب میرے آقا کا پیغام آیا۔ یہ نہیں کہا کہ شام کے لئے، یہ نہیں کہا کہ عراق کے لئے، یہ نہیں کہا۔

قرآن عربی میں کیوں؟

مجھے خیال آیا، یا اللہ تو عربوں کا ہی رب تو نہیں، عجم والوں کا بھی رب، ایران والوں کا رب۔
تو عربی تو نہیں ہم پنجابی ہیں، تو چاہئے تو یہ کہ تو ہمارے ساتھ پنجابی میں بات کر۔ جاپانیوں سے جاپانی بول، چینیوں سے چینی بولی بول، ہندوستانی سے ہندوستانی بولی بول۔ لیکن تم بولی ایک ہی بولتے ہو۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
''میرا قانون یہ ہے کہ میں بولوں گا ایک کے ساتھ اور وہ بولے گا سب کے ساتھ''۔

رب الناس ، کافة للناس ، هدی للناس:

وہ رسول میرا شاگرد ہے اور تمام کائنات اس کی شاگرد ہے۔
میں استاد اس کا ہوں وہ سب لوگوں کا استاد ہے۔
اس کا دامن میرے آگے ہے اور لوگوں کے دامن اس کے آگے ہیں۔
میں اسے دوں گا وہ لوگوں کو دے گا۔
وہ میرا پیغام پہنچائے گا۔
تو جناب قرآن کس لئے آیا۔
خدا نے فرمایا: میں ہوں رب العالمین، میرا کملی والا ہے رحمۃ اللعالمین۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں ہوں رب الناس
میرا کملی والا ہے کافة للناس۔
قرآن ہے هدی للناس۔
ہر انسان کے لئے دنیا پر میرا قرآن آ گیا ہے۔

سب زبانیں مٹ گئیں:

عیسائی بہت محقق ہے، عیسائی بڑا سائنس دان ہے، میں عیسائی سے کہتا ہوں کہ کیا جس زبان میں انجیل آئی وہ زندہ ہے؟
عبرانی زبان کسی پادری کو نہیں آتی، عبرانی زبان کہیں بولی نہیں جاتی، عبرانی زبان مٹ گئی، جو صحیفہ اس زبان میں آیا تو اس صحیفے کا دور گزر گیا، اس صحیفے کی ضرورت نہیں تھی، عبرانی مٹ گئی۔
وید آئے سنسکرت کوئی بول نہیں سکتا۔ دنیا میں سنسکرت بولنے والا کوئی نہیں۔ سنسکرت بھی مٹ گئی اور جو صحیفہ سنسکرت میں آیا وہ بھی مٹ گیا۔

قرآن ابدی ہے:

میرا قرآن آیا عربی زبان میں
قرآن تا قیامت ہے
قرآن ابدیت کا مالک ہے
قرآن کو فنا نہیں
عربی زبان بھی قائم ہے۔
میرے قرآن کا کمال کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کی۔
اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ انجیل کی ضرورت نہیں مٹ جائے۔
زبور کی ضرورت نہیں مٹ جائے۔
صحیفہ ابراہیم کی ضرورت نہیں مٹ جائے۔
قرآن کے بعد چونکہ نبی کوئی نہیں آئے گا قرآن میں ترمیم کوئی نہیں ہوگی تحریف کوئی نہیں ہوگی۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

میں نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور میں ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہوں۔

قرآن باقی رہے گا:

حافظ کہتا ہے۔ دنیا کے سارے گرنتھ اکٹھے کر کے سمندر میں پھینک دو، سکھوں کا مذہب ڈوب گیا۔

انجیل کے سارے نسخے لے کر سمندر میں پھینک دیں، عیسائی کا مذہب ڈوب گیا۔

اور میرے مطبوعہ قرآن جتنے بھی ہیں سب لے کر سمندر میں پھینک دیں، میں اسی وقت حفاظ بلا کر الحمد کی الف سے لے کر والناس کی سین تک سارا قرآن اسی وقت مرتب کر لوں گا۔ جس میں نہ زبر کا فرق ہوگا نہ زیر کا فرق ہوگا، یہ میرے قرآن کا اعجاز ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

قرآن کی حفاظت کرنے والا خدا ہے۔ قرآن کو دنیا مٹا نہیں سکتی۔ قرآن کے الفاظ کو نہ قرآن کے حروف کو، نہ قرآن کی ترتیب کو، نہ قرآن کے پیغام کو، دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔

کیا بکری کھا گئی؟

کچھ لوگوں نے کہا بکری کھا گئی۔ پتوں پر لکھا ہوا قرآن بکری کھا گئی۔ چالیس پارے تھے دس بکری کھا گئی باقی رہ گئے تھیں، یہ وعظ ہو رہا تھا اور ہمارے مولوی صاحب نے جان بوجھ کر قرآن پاک میں ایک زیر زبر کی غلطی کی انہوں نے پڑھا جہاں زبر تھی وہاں زیر پڑھی یا جہاں زیر تھی وہاں زبر پڑھی۔ تین حافظ وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا حافظ صاحب آیت دوبارہ پڑھیں۔ آپ کی تقریر نہیں سنتی۔

مولوی صاحب نے پوچھا کیوں؟

انہوں نے کہا آپ قرآن غلط پڑھ رہے ہیں۔

مولوی صاحب نے پوچھا کہاں سے غلط پڑھ رہا ہوں

انہوں نے کہا جہاں زبر ہے وہاں زیر پڑھ رہے ہیں۔

مولوی صاحب نے تین دفعہ جان بوجھ کر غلط پڑھا، انہوں نے بار بار ٹوکا۔

حتیٰ کہ مجمعے میں سے اٹھنے لگے۔

اسی وقت ہمارے مولوی صاحب نے کہا۔

واہ میرے قرآن میں تیرے معجزے پر قربان۔

میں نے زبر کی جگہ زیر پڑھی ہے تو حافظوں نے میرے گلے میں کپڑا ڈال لیا ہے۔ جو زیر کی جگہ زبر نہیں پڑھنے دیتے وہ دس سپارے کھانے دیں گے۔

ہمارا قرآن کاغذوں پر نہیں، ہمارا قرآن سینوں پر لکھا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

ہمارا قرآن سینوں پر لکھا ہے دوستو!

ہمارے ایک بہت بڑے عالم مولانا حسن علی یا کسی اور عالم کا واقعہ ہے۔ ان کے ساتھ پنڈت رام چند دہلوی کا مناظرہ ہوا۔

میں نے پنڈت رام چند کو دیکھا ہے، بہت زبان دراز تھا، بہت تیز اور اسے تین چار سپارے قرآن کے زبانی یاد تھے۔

وہ کہنے لگا ہمارے مولوی سے کہ مولوی صاحب ذرا دھیان سے بات کرنا۔ میں کوئی معمولی پنڈت نہیں ہوں، میں تو بڑا عالم ہوں۔ میں وہ پنڈت ہوں جس کو وید بھی آتا ہے۔

جس کو گرنتھ بھی آتا ہے۔

جس کو قرآن بھی زبانی یاد ہے۔

اب ہمارے مولوی صاحب کی بھی سن لیں کیا خوب فرمایا:

مولوی صاحب نے کہا آج کل تو مولوی کی عزت ہی نہیں کی جاتی۔ دس بارہ مرتبہ میٹرک میں فیل ہونے والا بھی عالم دین پر اعتراض کرتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ تمہارا عالم دین پھٹے پرانے کپڑے پہن کر، تنخواہ کے بغیر دین کی خدمت کر رہا ہے، قرآن کی خدمت کر رہا ہے۔ ہم علمائے کرام کا حق نہیں ادا کر سکتے۔

ہمارا مولوی تو ایم اے پاس کر کے مولوی بنتا ہے۔ کالج کا سٹوڈنٹ ایک ایم اے کر کے ماں باپ کے مکان، دوکان بیچ کر ایم اے کر کے

بھی کچھ نہیں بن پاتا۔ ہمارے عالم کتنے ایم اے کرتے ہیں علم الصرف کا ایک، علم النحو کا دو، علم منطق تین، علم تفسیر، حدیث، فقہ، تجوید، ادب، اصول تفسیر، دس ایم اے کر کے ایک مولوی بنتا ہے۔

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

اور تمنا بیتاب

دل کا کیا حال کروں خون جگر ہونے تک
جانے کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

یہ بہت ذہین ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ بہت فطین ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ان کی سادگی نہ دیکھا کرو۔

سادگی و پرکاری بےخودی و ہشیاری
حسن میں تغافل کو جرأت آزما پایا

آپ لاہور کے بابو، آپ مولوی سے تنگ بھی ہیں اور مولوی کے بغیر آپ کی گاڑی چلتی بھی نہیں۔

تحریک ختم نبوت میں پینتیس (۳۵) ہزار مولوی گرفتار ہوگیا۔ بچہ پیدا ہوگیا تو مولوی کی ضرورت، نکاح کرنا ہو تو مولوی کی ضرورت، جنازہ پڑھانا ہو تو مولوی کی ضرورت، یٰسین پڑھاؤ کہ جان آسانی سے نکلے تو مولوی کی ضرورت۔ کیا آپ نمازیں پڑھتے ہیں، کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟

میں نے دیکھا آپ سب میرے اپنے ہی ہیں کوئی غیر تو نہیں۔ کوئی غریب بیمار ہو تو خبر لینے کے لئے کوئی نہیں جاتا۔

حضور ﷺ نے فرمایا جو کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے اس کے لئے ستر ہزار فرشتہ دعا کرتا ہے۔

غریب کا ایک ہی بچہ ہو اور وہ مر رہا ہو تو اس کی خبر لینے کے لئے کوئی نہیں جاتا۔ غریب کا گھر اجڑ رہا ہو، شمع حیات گل ہو رہی ہو، اس کی خبر لینے کے لئے کوئی نہیں جاتا لیکن اگر امیر کا کتا بیمار ہو جائے تو اس کی خبر گیری کے لئے سب پہنچ جاتے ہیں۔

مدرسہ ہم نے کھول رکھا ہے یہاں آجائیں، ایمان کی شرطیں سیکھ لیں، نماز جنازہ سیکھ لیں، قرآن پڑھ لو، حرام حلال کے مسائل سیکھ لو، یہاں بزرگ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہم صرف بچوں کو ہی نہیں پڑھاتے بلکہ یہاں تعلیم عام ہے۔ بار بار پوچھا کرو، ہم پیار بھی کریں گے، ہم محبت بھی کریں گے، ہم مسائل بھی سمجھائیں گے۔ دین سیکھتے شرم محسوس نہیں کرنی چاہئے۔ انشاء اللہ ہم بتائیں گے اور تعلیم پھیلائیں گے، قرآن کا فیض عام کریں گے۔

یہاں دیوان غالب کے عاشق ہوں گے لیکن دیوانِ غالب زبانی یاد نہیں۔

میں کلام اقبال کا عاشق ہوں آپ بھی ہوں گے۔ اگر کوئی شخص پورا کلام اقبال زبانی سنا دے تو میں دس ہزار روپے انعام دوں گا۔

جٹ ہیر وارث شاہ پڑھتے ہیں اور بڑے پیارے پڑھتے ہیں۔ کوئی جٹ مکمل ہیر سنا دے میں پندرہ ہزار روپے انعام دوں گا۔

کوئی بندہ مجھے شیکسپیئر کا ڈرامہ سنا دے، میں پچیس ہزار روپے انعام دوں گا۔

میں آپ کے سامنے آٹھ سال کی بچی پیش کروں گا جو الحمد کے الف سے لے کر والناس کی سین تک سارا قرآن زبانی سنائے گی۔ اس میں نہ نقطے کی غلطی ہوگی، نہ زیر کی، نہ زبر کی، نہ پیش کی۔

کیا یہ میرے قرآن کا اعجاز نہیں، کیا اس اعجاز کا جواب ہے؟ کیا اس اعجاز کا انکار کر سکتے ہو؟ یہ میرے قرآن کا کمال ہے۔

آپ عالم دین سے رابطہ رکھیں کیونکہ عالم دین کے بغیر آپ کا کوئی بھی کام نہیں چل سکتا۔

آپ کے دین کو سنواریں گے علماء
آپ کی دنیا کو سنوارے گے علماء
حق کی پہچان کروائیں گے علماء
غلطی کی نشاندہی کریں گے علماء
تمہیں عشق مصطفےٰ کے بحر میں غوطہ زن کریں گے تو علماء
قرآن تمہیں پڑھائیں گے تو علماء
مؤمن بنائیں گے تو علماء
نجات کا سامان بنیں گے تو علماء
جہنم سے بچائیں گے تو علماء
جنت میں پہنچائیں گے تو علماء

☆☆☆

انٹرویو

دنیائے خطابت کی ایک طاقتور آواز

حضرت مولانا علامہ مفتی محمد اقبال چشتی دامت برکاتہم العالیہ

انٹرویو پینل: ابو مجی الدین، ڈاکٹر منظور حسین اختر

تیمی کے دوش ربا لمحات سے لے کر افتاء وارشاد کی مسند پر جلوہ افروز ہونے تک

اس ماہ ہم قارئین وکیل راہ کے لئے اس شخصیت کا انٹرویو پیش کر رہے ہیں جن کی آواز ہی باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیتی ہے۔ ان کے شعلہ بار خطاب کی گھن گرج کے سامنے جھوٹ کبھی نہ ٹھہر سکا۔ آپ کی تقاریر سن کر بے شمار بد عقیدہ تائب ہو کر عشق رسالت مآب کی ٹھنڈی چھاؤں میں آ بیٹھے۔ جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ خطیب اہل سنت حضرت مفتی محمد اقبال چشتی ایسی شخصیت ہیں جن کی سیدھی اور سچی باتیں اپنے اندر حقیقت کا حسن سموئے ہیں، اسی لئے ان کی باتیں سننے اور عمل کرنے کو دل چاہتا ہے۔ آیئے دیکھیں حضرت مفتی صاحب قارئین وکیل راہ سے کیا گفتگو فرماتے ہیں۔

☆ تاریخ پیدائش اور مقام پیدائش

❁ 09-11-1966 قصبہ شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ

☆ والدین کے متعلق، والد صاحب بھی عالم دین تھے؟

❁ میرا سب کچھ میرے والدین کی دعاؤں کا اثر ہے۔ والدین انتہائی سادہ اور مشائخ سے محبت کرنے والے تھے۔ ہمارے پورے خاندان میں کوئی بد عقیدہ شخص موجود نہیں، الحمد للہ سب اہل سنت و جماعت مسلک پر ہیں۔ والد صاحب با قاعدہ عالم دین تو نہ تھے لیکن انہیں دین اور علماء و مشائخ سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ گرمی کے سخت موسم میں اگر سحری میسر نہ آتی تو روزہ نہ چھوڑتے اور گرمی کی شدت کے باوجود کام بھی کرتے، رات کو تراویح بھی پڑھتے۔ میں 6 سال کا تھا تو میرے والد فوت ہو گئے۔ زندگی میں ان کے پیار کی کمی بہت محسوس کی۔ وہ مجھے اپنے ساتھ سلایا بھی کرتے تھے اور جہاں جاتے مجھے اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ شاید انہیں احساس ہو کہ پیار دینے کے لئے تھوڑا وقت ہے۔ انہیں دمے کی تکلیف تھی، تقریباً 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔ میری دو بہنیں اور 4 بھائی تھے جن میں سے دو بھائی فوت ہو چکے ہیں۔

☆ ابتدائی تعلیم اور تعلیم کے مختلف مراحل

❁ قصبہ کرم داد قریشی ضلع مظفر گڑھ میں پرائمری اور مڈل سکول تک تعلیم حاصل کی۔ میرے خالو مولانا محمد حنیف حسرت علیہ الرحمہ جامعہ اسلامیہ خیر المعاد ملتان میں پڑھتے تھے ان کی وساطت سے میں جامعہ خیر المعاد آ گیا اور وہاں تعلیم شروع کی۔ اللہ کا خاص فضل وسائل نہ ہونے کا احساس اور والد گرامی کے دنیا سے چلے جانے کے احساس نے مجھے متعدد بار علم دین کے حصول کی طرف راغب کئے رکھا۔ تھوڑے عرصہ بعد خالو فوت ہو گئے اور میں جامعہ اسلامیہ خیر المعاد سے لاہور جامعہ نظامیہ رضویہ میں آ گیا۔ آخر تک یہیں کتابیں پڑھیں، دورہ حدیث میں علامہ عبد الحق افغانی جامعہ نظامیہ چھوڑ کر جامعہ نعیمیہ چلے گئے تو میں بھی دوستوں کے ہمراہ جامعہ نعیمیہ چلا گیا۔ اتفاقاً علامہ عبد الحق افغانی دوران سال ہی جامعہ نعیمیہ بھی چھوڑ گئے تو میں نے انہیں اپنی مسجد کے حجرے میں رہنے کی گزارش کی۔ وہ ڈھائی ماہ وہاں رہے اور حدیث پڑھاتے رہے، مجھے ان کی خدمت کا موقع ملتا رہا، پھر میں نے تنظیم المدارس کا امتحان دیا۔

☆ کیا اس دور اور آج کے جامعات کے ماحول میں کچھ فرق محسوس کرتے ہیں؟

❁ جامعہ اسلامیہ خیر المعاد، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جامعہ نعیمیہ میری پسندیدہ درسگاہیں ہیں۔ جامعہ نظامیہ میں علامہ عبد الحکیم شرف قادری عقیدے اور مسلک کی غیرت کے حوالے سے جو تربیت ساز گفتگو فرماتے وہ انتہائی اہمیت کی حامل تھی۔ ہمارے دور میں اساتذہ کا بڑا احترام ہوتا تھا آج شاگرد اور استاد اکٹھے ہوں تو پہچاننا مشکل ہے، ہمارے دور میں اگر سو طلبا میں بھی ایک استاد ہوتا تو تعظیم کا انداز بتا دیتا کہ طلباء باوفا خادم کی حیثیت سے حاضر ہیں۔ اس وقت اساتذہ کامل الاستعداد اور باعمل ہوتے تھے۔ ان میں عاجزی کا حسن اس قدر تھا کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا کہ میں علماء کے علم اور فن کو سلام کروں یا ان کی عاجزی کو سلام عقیدت پیش کروں۔

آج کل کچھ اساتذہ کو دوران اسباق شاید اپنی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں، وہ دوران تدریس طلباء کو پڑھانے کی بجائے کامل اور عظیم المرتبت لوگوں کے خلاف بھڑکاتے ہیں اور اپنی چھوٹی انا کی تسکین کرتے ہیں، حالانکہ انہی کے طلباء بالغ النظر ہونے کے بعد ان کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

☆ عصری تعلیم کہاں تک حاصل کی؟

❁ میٹرک کیا اور میٹرک کے بعد درس نظامی پڑھا، اور الحمد للہ درس نظامی کے بعد کسی اور تعلیم کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

☆ اساتذہ کے اسماء۔۔۔ اور ان کے حالات

❁ تعداد کافی ہے۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، ایسے عظیم محسن تھے جن کی وجہ سے آج میں درس نظامی کے بعد دین کی خدمت کے قابل ہوا۔ والد صاحب بچپن میں داغ مفارقت دے گئے تھے۔ بہن بھائی چھوٹے تھے وسائل نام کی کوئی شے نہ تھی۔ ایک موقع پر مفتی صاحب سے گذارش کی کہ آپ اجازت دیں تو میں محنت مزدوری کر کے اپنے چھوٹے بھائیوں اور والدہ کے روزگار کے مسائل حل کرنے میں ان کا معاون بنوں۔ میری یہ بات سنتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ لگتا تھا جیسے دریاؤں نے ان آنکھوں کے ذریعے بہنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد مفتی صاحب نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا بے وقوف! روٹی کی خاطر پڑھائی چھوڑ رہے ہو جا کل آنا، میں اگلے دن عصر کے بعد مفتی صاحب کے حجرہ میں گیا تو آپ نے مجھے فرمایا بیٹا آپ کے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں تو استاد بھی باپ ہی ہوتا ہے مجھے آپ اپنا باپ سمجھیں آپ میرے بیٹے ہیں اس شرط پر کہ میری زندگی میں تم کسی کو بتاؤ گے نہیں میں تمہیں ہر ماہ 500 روپے وظیفہ

دوں گا لیکن یاد رکھنا! پھر ایسا نہ کہنا کہ پڑھنا نہیں۔ دو سال تک مفتی صاحب اپنی جیب خاص سے مجھے وظیفہ دیتے رہے لیکن چونکہ ان کی طرف سے حکم تھا اس لئے میں نے ان کی زندگی میں کبھی ذکر نہ کیا لیکن میری طبیعت اللہ کے فضل سے احسان فراموشوں والی نہیں ہے جب انگلینڈ کے دورے پر تھا تو کم از کم 10 سے 15 اجتماعات میں یہ واقعہ سنایا۔ صرف مفتی صاحب کی عظمت کو سلام کرنے کے لئے اور اصحاب ثروت کو متوجہ کرتے ہوئے کہ کسی درس گاہ میں یتیم کے سر پہ ہاتھ رکھو ممکن ہے کل یہی دین کا خادم بن جائے۔

حضرت علامہ مفتی احمد سعیدی:

جامعہ اسلامیہ خیر المعاد کے صدر مدرس، اپنی زندگی میں علم، تقویٰ، طہارت، ادب سادات، مشائخ عظام میں ان کی طرح کا آدمی نہ دیکھا کسی آستانے سے کوئی چھوٹا سا بچہ یا کسی بزرگ کا شہزادہ آتا اور مفتی صاحب پڑھا رہے ہوتے تو اپنے شاگردوں کے سامنے اس بچے کے ہاتھ بھی چومتے اور پاؤں پر ہاتھ لگاتے۔ کسی نے پوچھا آپ استاد، مفتی ہیں بچوں کے ہاتھ کیوں چومتے ہیں؟ فرمایا: جو عالم نسبتوں کا حیا نہیں کرتا اللہ اس سے علم کا نور چھین لیتا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ عبدالحق افغانی، علامہ عبدالحکیم شرف قادری، حافظ عبدالستار سعیدی، علامہ محمد اکبر، علامہ محمد رشید نقشبندی، علامہ غلام مصطفےٰ بخاری عقیل، مفتی محمد صدیق ہزاروی، وہ اساتذہ ہیں جن سے میں نے علم حاصل کیا۔

☆ زمانہ طالبعلمی میں رویہ کیسا تھا شوق سے پڑھتے تھے یا کہ جی چرا کر؟

۞ میں چونکہ علم کو ضرورت سمجھتا تھا، اس لئے محتاج آدمی کو سیڑھیاں چڑھنے کے بعد کامیابی کا یقین ہو تو مجبوری کو بھی شوق بنا تا ہے، اس لئے

پڑھتا رہا۔ کریما کا 5 واں شعر پڑھتا تھا تو جمعہ والے دن تقریر کیا کرتا تھا۔

☆ زمانہ طالب علمی کا کوئی یادگار واقعہ؟

۞ ہر واقعہ کو زندگی کا اہم واقعہ مانتا ہوں لیکن ایک واقعہ جو بہت یادگار ہے جب میں لاہور آیا۔ حضرت داتا گنج بخش کا اسم گرامی زبان زد عام ہے، آپ کے آستانے کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ میں بات نہیں چھپاتا کہ چھ ماہ تک ملتان سے لاہور کے سفر کے لئے کرایہ جمع کیا۔ لاہور داتا صاحب کے آستانہ شریف پر حاضر ہوا۔ حاضری پر بہت سکون ملا، 50 روپے گلے میں ڈالنا چاہتا تھا، ایک نگران نے کہا کہ لاؤ میں ڈال دوں گا اور میں نے روپے اسے دے دیئے، جب ملتان واپس پہنچا تو دیکھا کہ مسجد کے چھوٹے سے حجرے میں میرا جو سامان تھا (2,3 سوٹ، بستر، چارپائی وغیرہ) وہ سب کسی نے چوری کر لئے۔ میرا سب کچھ لٹ گیا، میں نے دل میں سوچا کہ میں داتا جان کر گیا تھا یہ کیا ہوا؟ رو رو کر سویا، اچانک دراز قد، سفید داڑھی، نورانی چہرے والے بزرگ نظر آئے انہوں نے فرمایا نذرانہ بھی پہنچ گیا، کام بھی ہو گیا۔ صبح نماز کے لئے گیا تو ایک کویت پلٹ آدمی بڑے پرتپاک انداز سے ملا اور مجھے اپنے گھر دعوت کا کہا میں وقت مقررہ پر چلا گیا، اس شخص نے جتنے پرانے جوڑے چوری ہوئے تھے اتنے ہی نئے دیئے، 2 نئے جوتے، 2 ہزار روپے، بستر اور چارپائی بھی نئی دی۔ (1980 کی بات ہے) اس واقعہ نے بہت متاثر کیا سوچا کہ گویا داتا صاحب نے فرمایا ہو کہ تمہاری پرانی چیزیں نئی چیزوں میں بدلی ہیں اگر تو ہماری چوکھٹ پر مستقل آجائے تو انداز حیات بھی بدل ڈالیں گے۔

☆ آج کے طلباء کے لئے کوئی سبق

۞ تعلیم کو خاص اغراض کے لئے حاصل کرنے کے رواج نے طالب علم کو طالب علم نہیں رہنے دیا۔ میں گذارش کروں گا کہ آپ دینی تعلیم دنیاوی غرض کے لئے حاصل نہ کریں بلکہ اللہ و رسول کی رضا کے لئے حاصل کریں۔ رسول اللہ کے اس وعدے پر یقین کامل رکھیں کہ جو دین کے لئے نکلتا ہے اس کے رزق کا ذمہ حضور ﷺ اٹھاتے ہیں۔ تعلیمی زمانے میں اچھے کپڑے پہننے، اچھے کھانے، ناز و نخرے کی دوڑ نے علم کے زیور سے آراستہ ہونے کی بجائے طلبہ کو میک اپ کی طرف راغب کر دیا ہے۔ میں طلباء سے کہوں گا کہ مدرسے میں جب کبھی چھٹی کا دن آئے تو کسی مرد درویش کو تلاش کر کے کچھ لمحے ان کی محفل میں بیٹھ کر خلوص کا نور حاصل کریں اور اساتذہ کا مکمل احترام کرتے ہوئے حصول تعلیم پر توجہ دیں۔

☆ بیعت کب اور کس سے ہوئے؟ بیعت کے وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

۞ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری والدہ کے دودھ اور والد کے خون میں بدعقیدگی کے جراثیم کا دور تک بھی واسطہ نہیں تھا دونوں طرف سے ہمارے خاندان والے بزرگوں کے نوکر تھے۔ علاقے میں بالخصوص حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کے خاندان اور سلسلے سے لوگوں کا سلسلہ بیعت ہے۔ میری خوش نصیبی ہے کہ میری بیعت حضرت خواجہ نور محمد مہاروی علیہ الرحمہ کے خاندان (زینت شریعت وطریقت کے جامع ،شفقت کے مینار اور عاجزی میں اپنی مثال آپ) حضرت خواجہ حافظ محمد کریم بخش مہاروی سے ہے۔ ابھی کسی مدرسے میں داخل نہیں ہوا تھا۔ عجیب بات ہے کہ مدرسے کے لئے آتے ہوئے سب سے پہلے کرایہ بھی مرشد کریم نے دیا تھا، جو کہ خرچ نہیں بلکہ آج تک محفوظ ہے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن چٹوا کر پڑھنے کے لئے بھیجا تھا۔ حضرت کی عادت تھی کہ علماء اور طلباء کو دبوانے نہیں دیتے تھے لیکن مجھے اعزاز ہے کہ دوران طالب علمی بھی دباتا تھا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی منع نہیں فرماتے تھے۔ ایک چالاک پیر بھائی نے حضرت کو کہا کہ آپ مولویوں کو دبانے نہیں دیتے یہ بھی تو مولوی ہے۔ فرمایا ہم درویش لوگ ہیں۔ مولوی علم کا غرور لے کر آتے ہیں اور اقبال نسبت کا نور لے کر آتا ہے۔

میں اپنی نسبت کی گواہی ایک واقعہ سے دینا چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مفکر اسلام، مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ کی معیت میں حرمین شریفین جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ شاہ جی کے ساتھ حاضری بھی ایک عجب سعادت ہے۔ شاہ جی کی برستی آنکھیں اور مجذوبانہ مسکراہٹ آدمی کو کہیں کا نہیں چھوڑتیں، ان کے پاس لوگوں کو شکار کرنے کے اتنے تیر ہیں کہ وہ لوگوں کی پرواہ نہیں کرتے، بلکہ شکار خود شکار ہونے کو ترستا ہے۔ شاہ جی کے ساتھ حرمین شریفین میں دو یا تین بندے بھی ہوں تو آپ کھانا سات آٹھ بندوں کا منگواتے اور بقیہ کھانا لوگوں کو کھلا دیتے۔ میں نے دیکھا ہے کہ شاہ جی مسجد نبوی میں تین تین چار چار گھنٹے نظریں جھکا کر مراقبے کی حالت میں حاضر بارگاہ رہتے۔ ایک بار میں نے عرض کی کہ حضور یہ چار چار گھنٹوں کا چکر مجھے بھی سکھائیں، تو شاہ صاحب نے فرمایا آپ سورہ فاتحہ اور کچھ سورتیں پڑھ کر مشائخ چشت کی بارگاہ میں ایصال کریں جو حکم ہوگا ویسا ہی کریں گے۔ میں نے پڑھا تو اگلے دن شاہ جی مسجد حرام میں بیٹھے تھے میں قریب گیا تو میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا چشتی صاحب! مبارک ہو زیارت خواجہ نور محمد مہاروی، خواجہ شمس الدین سیالوی اور ایک اور بزرگ جن کا نام میں (شاہ صاحب) نہیں جانتا کی زیارت ہوئی۔ قبلہ عالم نے مجھے (شاہ صاحب کو) مخاطب کر کے فرمایا، اقبال کو ہمارے کام کے لئے رہنے دو، آپ کو کوئی کمی نہیں "مفتی صاحب! آپ کو نسبت کی مبارک ہو، ہمارا تعلق مراقبے اور وظیفے والا نہیں "یاری" تو ہے۔

☆ بیعت کے وقت عمر کیا تھی؟

۞ 12 سال

☆ مرشد منتخب کرنے کی کوئی خاص وجہ؟

۞ ہم قبلہ عالم کے خاندان کے پیدائشی غلام ہیں۔ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے کرم کا دروازہ کھولا کہ مجھے ان کی چوکھٹ پر لا کھڑا کر دیا۔

☆ مرید پر شیخ کے حقوق کیا ہوتے ہیں اور شیخ پر مرید کے کیا حقوق ہوتے ہیں؟

۞ شیخ کامل کا فرض ہے کہ وہ مرید کے عقائد، اعمال پر نگاہ رکھے اور خلوص وللہیت کے جذبے کے ساتھ ان کی روحانی تربیت کا اہتمام کرے اور مرید کا فرض ہے کہ کسی بھی شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد اپنی مرضی کو شیخ کی مرضی پر قربان کرے۔ آج کے دور میں شیخ کو چاہئے کہ وہ بالخصوص عقائد کے حوالے سے مریدوں پر کڑی نگاہ رکھے کیونکہ شیطان نے شرافت کی دولت لوٹنے کے لئے شریفوں کا لبادہ اوڑھ کر شکار شروع کیا ہے۔ مرشد کامل کا فرض ہے کہ وہ مرید کو شیطان کے ہر روپ سے آگاہ کرے۔

☆ مرشد میں کیا کیا صفات ہونی چاہئے؟

۞ یہ اہم سوال ہے، مرشد کو گمراہ نہیں ہونا چاہئے، مرشد کا مقصد مرید کو دینوی آلائشوں سے نکال کر معرفت خدا کا نور عطا کرنا ہوتا ہے، مرشد خود ہی دنیا کا بھوکا نہ ہو، عقیدے کا پکا ہو، ڈانواڈول عقیدے والا شیطان کا چیلا ہے۔ اعمال میں شریعت کا پابند، سلسلہ طریقت متصل ہو، جھوٹا سید نہ بننے کی کوشش کرے، یاد رکھیں نسب چور آدمی کو ولایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ جعلی سید بن کر عزت کمانے والے حقیقی سادات کے

دشمن ہیں۔

☆ دینی کارکن کو پیش آمدہ رکاوٹوں کے موقع پر کیا کرنا چاہیئے؟

۞ اگر دینی کام کرتے ہوئے رکاوٹ پیش نہ آئے تو سمجھنا چاہیئے کہ کام نہیں ہو رہا، اس لئے کہ دینی کام کا سب سے بڑا سہرا رسول اللہ ﷺ کے سرانور پر سجتا ہے اور کسی نبی کو اتنی تکالیف نہیں دی گئیں جتنی رسول اکرم ﷺ کو دی گئیں۔ اسوہ حسنہ میں مشکلات کے ہوتے ہوئے عزم، حوصلے، صبر، توکل سے لیس ہو کر راستے کی ہر مشکل کو ہٹایا جا سکتا ہے۔ دینی کارکن کو ہر رکاوٹ پر رسول اللہ ﷺ کے دامن کرم سے صبر کی بھیک مانگتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے۔

☆ دینی مخلص کارکن کے لئے کوئی سبق؟

۞ میں خود ایک کارکن ہوں، دینی کام کرنے والوں کے لئے گزارش کروں گا کہ خلوص اور اطاعت امیر کا جذبہ اپنا کر دینی کام کریں

☆ اہل سنت و جماعت کون لوگ ہیں ان کی کیا خصوصیات ہیں؟ آج کل بہت سے فرقے اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں پہچان کیسے ہو؟

۞ اہل سنت و جماعت اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام محبوب بندوں کے حسب مراتب آداب کا خیال رکھنے والے لوگ ہیں۔ ان کی خصوصیات میں ادب، ادب، ادب شامل ہے۔ اہل سنت کی پہچان حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق کثرت سے درود وسلام ہے۔ آج تک درود وسلام اہل سنت کی محافل کا خاصہ ہے اور یہ لاشریک پہچان ہے۔

☆ اتحاد بین المسلمین کا حقیقی تصور کیا ہے؟

۞ اتحاد بین المسلمین کمیٹی حکومت کی طرف سے قائم کردہ ایک لنگر پارٹی ہے، جو سرکاری کھانے اور دسترخوان پر بہت کچھ فراموش کر کے کھانوں کے مطابق وسیع الظرف ہو کر بیٹھتے ہیں حالانکہ وہاں بیٹھ کر بھی ایک دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اتحاد اصل میں اہل سنت کا اپنے اختلافات بھلا کر ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کا نام ہے۔ نور بصیرت والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ اہل سنت کی مختلف فرقوں سے اختلافات کی وجہ فروعی نہیں بلکہ اصولی مسائل ہیں۔ ہم ان کو ٹھیک مان لیں تو ہم سنی نہیں۔

☆ مختلف جہادی تنظیموں کے فلسفۂ جہاد سے اختلاف ہے یا اتفاق؟ کیا جہاد سٹیٹ کر سکتی ہے یا گروپ بھی کر سکتے ہیں؟

۞ جہاد سے سو فیصد اتفاق ہے۔ جہاد اسلام کا وقار ہے۔ لیکن چندہ اور مکروہ دھندہ آج کل کی جہادی تنظیموں کا شکار ہے اور ہر غیرت مندان سے بیزار ہے۔ جہاد صرف سٹیٹ کر سکتی ہے، جو گروپ جہاد کرے گا وہ سٹیٹ کا باغی کہلائے گا اور باغیوں کو مجاہد کون کہتا ہے۔ جہاد وہی ہے جو سٹیٹ کرے۔ افسوس کہ جہاد کے نام پر ہماری ایجنسیاں اور بعض اداروں نے ایسے درندے پالے جو وطن عظیم کے لئے وبال جان بن گئے۔ تقاضائے انصاف ہے کہ درندوں کو کچلنے کے ساتھ پالنے والوں کو بھی سزا دی جائے تا کہ آئندہ کوئی سٹیٹ سے تعلق رکھنے والا جہادی درندے پالنے کا تصور نہ لا سکے۔

☆ کیا آپ نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لیا؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا سیاست کے میدان میں علماء اور مذہبی طبقہ کو آنا چاہیئے، اگر ہاں تو کیسے؟

۞ سیاست میں علماء اور مذہبی لوگوں کو آکر مذہبی رہنا چاہیئے۔ یہ المیہ ہے کہ مذہب اور عقیدہ کے نام پر سیاست کرنے والے کاروبار سیاست میں ملوث ہو کر دین کو بھول جاتے ہیں اور انہی لوگوں کے رویے سے تنگ آ کر عام لوگ دین داروں سے زیادہ بے دین سیاستدانوں سے پیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ میں نے الیکشن تو نہیں لڑا لیکن اگر مقصد شریف آدمی کو نیک مقاصد کے لئے سپورٹ کرنا ہے تو میں گونگا امام بن کر مقتدیوں کی تقلید نہیں کرتا۔ اگر کسی کو پسند کروں تو منبر پر بیٹھ کر حق کی حمایت کرتا ہوں۔

☆ آپ فن خطابت کی طرف کیسے آئے؟

❁ میری خطابت عطائی قسم کی خطابت ہے۔ کبھی شیشہ لگا کر، کمرے میں مشق کرکے، کسی خطابت کے ہدایت کار سے ہدایت حاصل نہ کی۔ ٹوپی کب ٹھیک کرنی ہے، انگلی کب اٹھانی ہے، منہ پر رومال کب پھیرنا ہے، خطاب کرتے ہوئے اپنے لباس اور انداز سے اظہار بنایا ایک خطیب کے لئے مناسب نہیں ہے شاید ایسے خطیب کی نظر دوران خطاب کوئے یار کا طواف نہیں کرتی۔ دوران خطاب لباس، انداز کی پرواہ نہ ہو، ہر جملہ ہر حرف رسول اللہ کے کوچے کا مسافر نظر آئے۔ خطابت میں منصوبہ بندی سے نہیں آیا یا باقاعدہ کوئی فنی پوزیشن دیکھ کر نہیں آیا، نسبت رسول اور بچپن سے حضور ﷺ کے ترانے پڑھنا خطابت کی طرف لائی۔

☆ تقریر کے لئے مطالعہ کرنے کو کیسا سمجھتے ہیں؟

❁ مطالعہ پہلے بھی کرتا تھا لیکن شاہ جی سے ملاقات کے بعد مطالعہ کا شوق زیادہ ہوا۔ انگلینڈ کی لائبریری دیکھنے کے بعد لائبریری بنانے کا شوق ہوا۔ کتابیں جمع کرتا ہوں کار میں بھی کتابیں ہوتی ہیں۔ پڑھنے کو اللہ کا فضل سمجھتا ہوں۔ نہ پڑھنا درویشی نہیں، جہالت ہے۔ اس رسم کے خلاف جہاد کریں۔ علامہ غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی آخری دنوں میں ہسپتال میں داخل تھے تو ڈاکٹرں نے کہا حدیث شریف نہ پڑھیں فرمایا میری تو خواہش ہے کہ جان نکلنے لگے تو زبان پر قال قال رسول اللہ کی صدائیں ہوں۔ پڑھے لکھے بندوں کے لئے کتاب وسنت کا مطالعہ وظیفوں سے بہتر ہے (اسی دوران جبکہ مفتی محمد اقبال چشتی صاحب علم ومطالعہ کی فضیلت پر بات کر رہے تھے تو اتفاقاً ایک شخص کا باب العلم حضرت مولا علی المرتضیٰ کے مزار اقدس سے فون آ گیا، مفتی صاحب نے اسے کہا کہ مولائے کائنات کی بارگاہ بیکس پناہ میں دلیل راہ کی ٹیم اور میرا اسلام عرض کریں، یعنی علم کی بات کرتے ہوئے باب العلم کی بارگاہ میں سلامی پیش کرنے کی سعادت کا بندوبست بھی ہو گیا)

☆ آپ کی آواز میں ماشاء اللہ جو گھن گرج اور رعب وداب ہے۔ کیا اس کا کوئی خاص راز ہے؟

❁ عقیدے کی غیرت اور حقانیت عقیدہ پر غیر متزلزل یقین۔ اہل سنت کے علاوہ کسی کو جنتی نہیں مانتا۔

☆ کیا کسی خاص خوراک کا اہتمام کرتے ہیں؟

❁ کوئی خاص خوراک کا اہتمام نہیں کرتا، فقیروں والی خوراک ہے، ہر حلال اور اچھی خوراک استعمال کر لیتا ہوں۔

☆ خطیبوں میں کس سے متاثر؟

❁ لفظ خطیب بہت بڑا منصب ہے۔ بدنصیبی کہ جو شخص خطیبوں والی جگہ پر کھڑا ہو کر کہنا شروع کر دے تو لوگ اسے خطیب کہتے ہیں کسی ایکٹر خطیب سے متاثر نہیں ہوتا۔ جو خطیب بے خودی، وارفتگی اور عشق رسول کریم ﷺ میں ڈوب کر گفتگو کرے وہ دل چھین لیتا ہے اور ایسا خطاب شاہ جی کا ہوتا ہے جو عقیدے کی غیرت اور علمی حوالوں سے مزین ہوتا ہے۔

☆ قاری سے مفتی تک کا سفر کیسے طے کیا؟

❁ مفتی لکھوانے کا شوق نہیں۔ جامعہ نظامیہ سے فارغ ہو کر جامعہ محمدیہ اظہر العلوم شجاع آباد میں پڑھاتا رہا، لوگ مسئلے پوچھتے اور اس طرح مجھے مفتی صاحب کہنا شروع ہو گئے۔ بس یہی کہانی ہے مفتی کہلوانے کی۔ ویسے اللہ کی قدرت کہ کچھ لوگ 60,60 سال تک مسئلے بتاتے ہیں لیکن انہیں کوئی مفتی نہیں کہتا۔ مجھے 2 سال میں ہی کہنا شروع کر دیا۔ میں اسے اللہ کا فضل ہی قرار دوں گا۔

☆ کون کون سی یادگار تحریکیں دیکھیں اور کن میں حصہ لیا؟

❁ شاہی مسجد میں نعرہ رسالت کے حوالے سے جو تحریک چلی، اس میں ٹائیفائیڈ بخار (ڈیڑھ ماہ سے) میں مبتلا ہونے کے باوجود شرکت کرتا رہا۔ کوئی جلسہ یا جلوس نہیں چھوڑا۔ مشرف دور میں ناموس رسالت ایکٹ میں تبدیلی کی گئی اور کسی قسم کا جلسہ وجلوس کسی تنظیم کے لئے ممکن نہ تھا تو جماعت اہل سنت نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے داتا دربار سے اسمبلی ہال ریلی کا اعلان کیا۔ اس میں شامل ہوا اور یہ زندگی کی قیمتی جائداد ہے کہ مجھے پولیس نے شدید مارا، تقریباً 7 دن تک الٹا سوتا رہا، پیٹھ پر ڈنڈوں کے نشانات تھے۔ سمجھتا ہوں، نام مصطفیٰ پر پڑنے والی مار قبر اور حشر کو اجڑنے نہیں دے گی۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے جماعت اہل سنت کے ساتھ وابستگی ہے۔ جماعت کی تحریکوں اور کاموں سے کتنا مخلص ہو کر حصہ لیتا ہوں یہ قائدین بتا سکتے ہیں۔

☆ کیا کبھی پابند سلاسل بھی ہوئے؟

❁ پابند سلسلہ ہوں، پابند سلاسل نہیں۔

☆ آپ کی ازدواجی زندگی؟ شادی کب، اولاد کتنی؟

❁ شادی 1990 میں انجام پائی۔ ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار ہے، گھر والی انتہائی وفادار اور دینی کاموں کی وجہ سے میری خدمت کو ذریعہ نجات سمجھتی ہے۔ میں بھی اسے کہہ چکا ہوں کہ خاوند کو راضی کرنے سے اگر بیوی بخشی جائے گی تو تجھے مار نہیں پڑنے دوں گا۔ ماشاء اللہ 3 بیٹیاں، اور 2 بیٹے ہیں، 1 بیٹا اللہ کو پیارا ہوگیا۔

☆ اکثر علماء کے بچے علم دین کی طرف نہیں آتے اس کی کیا وجہ ہے؟

❁ معذرت سے علماء کو اپنے گھر میں علمی وقار سے جینا چاہئے، تاکہ علماء کی قدر ہو۔ اکثر علماء کے بچے اپنے بزرگوں کی تنگ دستی، معاشی بد حالی اور معاشرے کا علم دشمن رویہ، دیکھ کر راغب نہیں ہوتے۔ افسوس! حکومتیں فنکاروں، اداکاروں اور کھلاڑیوں پر روپیہ خرچ کرتی ہے لیکن اگر اس کا دسواں حصہ بھی اہل علم لوگوں کی معاشی حالت کو درست کرنے پر خرچ کیا جائے تو تحریک فروغ علم کو ترقی مل سکتی ہے۔ معاشرے کا علم دوست نہ ہونا، علماء کی معاشی حالت اور معاشرے میں علماء کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ نوجوان نسل کو علم سے دور کر رہا ہے۔

☆ مساجد انتظامیہ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

❁ ہماری بدنصیبی ہے کہ مساجد علم دین کی اشاعت کا مرکز ہیں ان کی انتظامیہ میں اکثر جہلا شامل ہوتے ہیں، بلکہ جہالت پورے شباب کے ساتھ ان میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ مسجد میں انتظامیہ کی موجودگی میں کلمہ حق کہنا کربلا کی یاد تازہ کرتا ہے۔ میرے نزدیک اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے انہیں کسی مسجد کی انتظامیہ میں شامل کر دیتا ہے۔ وہ لوگوں سے تو چندے مانگتے ہیں لیکن خود دینا توہین انتظام سمجھتے ہیں۔ انتظامیہ کا مقصد دینی کام میں رکاوٹ، عالم دین کی توہین، منبر و محراب کو کنٹرول اور عالم کی زبان میں جہالت کے ترانے پڑھانا ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اللہ کا فضل ہے کہ میری مسجد کی انتظامیہ ہمیشہ ماتحت ہی رہی اور میں امام رہا۔ جو لوگ انتظامیہ میں رہ کر اپنے آپ کو اللہ کے گھر کا خادم اور عالم دین کے معاون سمجھتے ہیں ان کی عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔

☆ زندگی کا خوبصورت ترین دن؟

❁ وہ دن جب میں پہلی مرتبہ مدینہ شریف کی حاضری دے رہا تھا۔ سارے راستے یہی سوچ رہا تھا کہ کس طرح روضہ رسول ان آنکھوں سے دیکھوں گا، مکہ شریف سے مدینہ شریف تک سارے راستے میں لوگوں سے پوچھتا تھا کہ مدینہ کتنی دور ہے تقریباً 200 مرتبہ پوچھا، مدینہ شریف کے متعلق راستے میں بار بار پوچھنے کا مزہ دوبارہ کبھی نہیں آیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں جا کر روتے ہیں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں رونے سے منع کر دیتا ہو کہ اب رونے کا معاملہ ختم ہوگیا۔ اب حضور کی بارگاہ میں آ گیا۔ اب زندگی کے سارے دکھ دور ہو گئے، سارے رونے ختم ہو گئے۔ میں صرف ایک دن مکہ میں رہا باقی سارے دن مدینۃ المنورہ میں گزارے۔

☆ زندگی میں کبھی کسی ناکامی کا بھی سامنا کرنا پڑا؟

❁ کبھی نہیں

☆ جماعت اہل سنت میں یونٹ سے صوبہ تک کے سفر کی روداد؟

❁ جماعت اہل سنت میں عقیدے کی بنیاد پر شامل ہوا۔ بلکہ سب سنی جماعت اہل سنت میں شامل ہیں۔ پہلے یونٹ کا عہدیدار رہا، پھر ضلع کا نائب ناظم بنا، عجیب بات کہ اس وقت لوگ ناظم مجھے لکھتے تھے، پھر لاہور ڈویژن کا ناظم بنا، اس کے بعد پنجاب کا ناظم اعلیٰ بنا۔ کچھ دوستوں کی خواہش تھی کہ کوئی تنظیمی بندہ ناظم اعلیٰ ہو۔ خطیب کو نہیں ہونا چاہئے۔ اصل میں وہ لوگ چاہتے یہ ہیں کہ تنظیمی لوگ وہ ہوں جس کو گھر والوں کے علاوہ کوئی نہ جانتا ہو۔ بعض لوگ تنظیمی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن انہیں لوگ جانتے نہیں۔ مجھے جماعت اہل سنت کا صوبائی ناظم اعلیٰ بڑے مشکل دور میں بنایا گیا، جب جماعت پر وار ہو چکا تھا اور جماعت سے صرف 3 بندے لے کر مرکزی جماعت بنا دی گئی، حالانکہ لاکھوں بندوں والی صرف جماعت تھی اور 3 بندوں والی مرکزی جماعت بن گئی۔ میرے ساتھ صدر صاحبزادہ غلام صدیق کو لگایا گیا پھر ان کا فیصلہ بھی بدل دیا۔ میں اکیلا ناظم اعلیٰ دورے کر کے اختلافات کے حوالے سے الزامات کے جواب دیتا۔ اکیلے تنظیم سازی کی، کرائے کی گاڑی پر دورہ کیا۔ جیب سے خرچہ کیا، جب تنظیمیں بن گئیں تو قرعہ صدارت پیر سید خضر حسین چشتی کے نام نکلا، اس میں کچھ لوگوں نے مناسب نہ سمجھا کہ پنجاب میں خود خرچ کرنے والا اور جان پہچان والا کیوں نہیں۔ علامہ مظہر سعید کاظمی و دیگر قیادت کی مشاورت سے جگر گوشہ شیخ القرآن

صاحبزادہ فضل الرحمان کو صوبے کا ناظم اعلیٰ لگایا گیا تاکہ تنظیمی اور فعال شخصیت کے آنے سے صوبہ فعال ہو۔ ایک مرتبہ میں اوکاڑہ میں تقریر کرنے گیا، صاحبزادہ فضل الرحمان اوکاڑوی بھی موجود تھے۔ سٹیج سیکرٹری نے اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اب میں صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ مفتی اقبال چشتی کو دعوت خطاب دیتا ہوں، میں شرمندہ ہوا کہ ناظم اعلیٰ کے شہر میں ان کی موجودگی میں مجھے ناظم اعلیٰ کہا جا رہا ہے۔ گویا لوگ جماعت اہل سنت کے حوالے سے مجھے ہی جانتے تھے اب بھی کئی جگہوں پر پنجاب کا صدر کہا جاتا ہے۔ سمجھتا ہوں کہ محنت کم اور عطا زیادہ ہے۔ میں اللہ کے فضل اور رسول اللہ ﷺ کی نگاہ عنایت سے چیلنج کر کے کہہ رہا ہوں کہ پنجاب میں جتنا کام میرے ناظم اعلیٰ ہوتے ہوئے ہوا، تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔

☆ تنظیمی سفر میں دیرینہ ساتھی کون؟

۞ پیر سید شمس الدین بخاری صاحب، قاری نذیر قادری

☆ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور سید ریاض حسین شاہ کی قیادت میں جماعت اہل سنت کے تنظیمی سفر کے بارے میں بتائیے؟

۞ چونکہ جماعت اہل سنت کا صوبائی ناظم اعلیٰ ہوں دونوں قائدین کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا جماعتی فریضہ ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ جب سے شاہ جی ناظم اعلیٰ بنے ہیں اور پروفیسر کاظمی کی امارت کا سایہ میسر ہے، شاہ جی نے خون پسینہ ایک کر کے اپنا وقت، مال، مرید مع سرمایہ جماعت کے لئے قربان کئے۔ اگرچہ جماعت تنظیم ہونے میں پاکستان کی سب سے بڑی تنظیم بن گئی لیکن مسلکی اہداف حاصل کرنے میں 100 فیصد کامیاب نہ ہو سکی۔ شاید وجہ ہماری شوریٰ میں شامل بعض وہ بیمار عناصر ہیں جو خود کچھ کرنے کے قابل نہیں اور کسی کو کچھ نہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ میرا جماعتی دوستوں اور کارکنوں سے یہ گلہ ہے کہ اگر ایسی بے لوث قیادت کی موجودگی میں ہم سو فیصدی اہداف حاصل نہ کر سکے تو یہ تعاون کا نہیں ہم جیسے نکموں کا قصور ہوگا۔

☆ اہل سنت کے اتحاد کی راہ میں رکاوٹیں کیا ہیں؟

۞ وہ لوگ جن کو تنظیمی عہدوں کے علاوہ جانتا ہی کوئی نہیں۔ اگر سارے اکٹھے ہوں تو سب کو عہدے نہیں مل سکتے اور جن کو عہدے کے بغیر کوئی نہیں جانتا وہ کیا کریں گے، اس لئے وہ خلوص دل سے اتحاد میں رکاوٹ کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور کامیاب ہیں۔

☆ سنی سیکرٹریٹ کے قیام کے متعلق

۞ سنی سیکرٹریٹ شاہ صاحب کی کسی خاص وقت کی قلندرانہ سوچ کی کرامت ہے۔ ابتدا میں جب سنی سیکرٹریٹ کا تعارفی کتابچہ ساتھ لے کر گیا اور علماء کو دکھایا تو وہ حیران ہوتے تھے کہ یہ کس کی سوچ ہے؟ میں انٹرنیشنل سنی سیکرٹریٹ کو ہر غیرت مند سنی کا گھر سمجھتا ہوں اور شاہ صاحب اور کاظمی صاحب نے سنی سیکرٹریٹ کا فیصلہ فرما کر ہمیں غیرت کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ کر اجلاس کرنے اور کرایہ دار کے طعنے سے بچا لیا ہے۔ اللہ کرے شاہ جی کی سوچ کے مطابق سنی سیکرٹریٹ کے سارے ادارے کام کریں اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

☆ ملکی صورتحال، جہاد، طالبان، خودکش دھماکے وغیرہ

۞ ہمارا ملک روحانی قسم کا ہے، یہ دھماکے، پٹاخے اگرچہ بدنصیبی ہے لیکن مستقبل سے مایوس کرنے والے نہیں ہیں۔ پاکستان کی وجودی رگوں میں بڑے غیرت مند لوگوں کا خون شامل ہے۔ یہ ملک ہر دہشتگرد کو اپنی زمین میں دھنسا کر انشاء اللہ سدا سلامت رہے گا۔

☆ اکثر اہل بیت اطہار کے ذکر کے وقت آپ آبدیدہ ہو جاتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

۞ اہل بیت کے ذکر سے آبدیدہ ہونا اختیاری نہیں، بے اختیاری ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ آنکھیں نکلی نہیں ہیں، جن آنکھوں سے اہل بیت کی محبت کے آنسو بہتے ہیں۔ اختیاری رونا بھی روتا ہوں کہ جب سنی نما خارجی دیکھتا ہوں۔ چھوٹے چھوٹے لوگ، کمینی سوچ

والے، جن سے اہل بیت اطہار کی محبت کا ذکر اور وفا کا تذکرہ برداشت نہیں ہوتا تو پھر میں اختیاری رونا ان کے مقدر پر روتا ہوں کہ یہ کتنے ظالم ہیں جن سے رسول کے گھر والے برداشت نہیں ہوتے۔ کوئی بھی دشمن ذکر اہل بیت دکھائی دے تو یزید کی زندہ تصویر سمجھتا ہوں۔

☆ بیرون ممالک کہاں کہاں جانے کا اتفاق ہوا؟

❁ اب تک انگلینڈ، جرمنی، ہالینڈ، بیلجیم، امریکہ، ابوظبی، دوبئی جانے کا اتفاق ہوا ہے۔

☆ کیا کوئی شخص آپ کے ہاتھوں مسلمان بھی ہوا؟

❁ سینکڑوں کی تعداد میں مسلمان ہونے کے دعویدار تائب ہو کر سنی مسلمان ہوئے اور یہ بڑا عجوبہ ہے۔ 10 روزہ محافل ذکر اہل بیت ہماری مسجد میں ہوتی ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان محافل میں شرکت کے بعد بتایا کہ انہیں علم ہی اب ہوا کہ محبت اہل بیت کیا ہوتی ہے؟ میرا ایمان ہے کہ محبت اہل بیت کے ذکر سے لوگ بدعقیدگی سے بچیں گے، اہل بیت سے محبت کرنے والے کو عزت، دولت، شہرت خوب ملتی ہے۔

☆ کوئی ایسی بات جو آپ ہمارے سوال کے بغیر کہنا چاہیں؟

❁ ہر صحیح العقیدہ صحیح النسب اولاد رسول کا ادب کریں، دنیا و آخرت میں کبھی ذلت سے واسطہ نہیں پڑے گا۔

☆ آج کے خطباء حضرات کے لئے کوئی خاص نصیحت؟

❁ مطالعہ کر کے، مسلک کی حقانیت سمجھ کر لوگوں کو بتائیں، بعض خطباء جو تقاریر کرتے ہیں وہ ہمارا مسلک نہیں ہوتا۔ عوام کو بھی چاہئے کہ کسی پڑھے لکھے سے پوچھا کریں کہ خطیب کون ہے۔ شاہ جی سے التماس ہے کہ جماعت کے زیر اہتمام خطباء کی تربیتی ورکشاپ کا انتظام کریں جن میں بدلتے ہوئے رجحانات کے حوالے سے 12 ماہ کی مستند تقاریر برائے جمعہ علماء سے لکھوا کر خطبات اہل سنت کے نام سے شائع کریں۔

☆ آپ کا پسندیدہ شاعر اور پسندیدہ شعر؟

❁ جو رسول اللہ کی شان ظاہر کرے۔

واحسن منک لم ترقط عینی
و اجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

☆ محبت کیا ہے؟

❁ محبت محبت ہے۔

☆ آپ کے نزدیک "زندگی" کی تعریف؟

❁ رسول اللہ ﷺ سے وفا۔

☆ زندگی کا وہ حصہ جسے آواز دینے کو جی چاہے؟

❁ جب گنبد خضرا پر حاضری ہوتی ہے۔

☆ زندگی میں کسی چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں؟

❁ والد صاحب کا وصال، خواہش ہے کہ اگر موقع ملتا تو ان کی خدمت کرتا، زیارت کرتا۔ بدنصیب ہے وہ اولاد جو والدین کی خدمت نہیں کرتے۔

☆ پسندیدہ موسم؟

❁ موسم بہار

☆ زندگی کا خوبصورت ترین دن؟

❁ گنبد خضرا کی پہلی حاضری

☆ قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں کون سا دور حکومت اچھا تھا؟

❁ کیا کوئی دور حکومت اچھا آیا بھی ہے؟ دعا کریں کہ اچھا ہو۔ ویسے نظام مصطفیٰ ہو تو اچھا دور آئے۔

☆ بار بار سمجھانے پر بھی اگر کوئی نہ مانے یا سمجھے تو کیا کرتے ہیں؟

❁ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

☆ بادل، بارش یا دھوپ کیا اچھا لگتا ہے؟
❁ بادل، ہلکی بارش۔
☆ دیہات اچھے لگتے ہیں یا شہر؟
❁ دیہات اچھے ہوتے ہیں لیکن داتا کے شہر میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ شہر اچھے نہیں۔
☆ پہاڑ، ریگستان یا جنگل کیا اچھا لگتا ہے؟
❁ پہاڑ
☆ چاندنی کیسی لگتی ہے؟
❁ بہت اچھی لگتی ہے کہ حضور کے نور کا اثر ہے۔

ہے شب کو انھی سے چاندنی دن کو انھی سے روشنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی

☆ کامیابی کے لئے کس بات پر یقین رکھتے ہیں؟
❁ خلوص، فضل اور محنت
☆ قبولیت دعا کا وقت ہو تو اللہ سے کیا مانگیں گے؟
❁ قرب رسول
☆ آپ کا پسندیدہ لباس؟
❁ شلوار قمیص
☆ پسندیدہ رنگ؟
❁ سفید
☆ پسندیدہ خوشبو؟
❁ ہلکی
☆ پسندیدہ پھول؟
❁ گلاب
☆ پسندیدہ جانور؟
❁ مخلوق سمجھ کر جانوروں کو پسند کرتا ہوں کہ وہ نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی نہیں کرتے۔
☆ پسندیدہ پرندہ؟
❁ شکرہ
☆ پسندیدہ ملک؟
❁ دربار رسول
☆ پسندیدہ پھل؟
❁ آم اور سیب
☆ پسندیدہ لیڈر؟
❁ شاہ جی
☆ پسندیدہ حکمران؟
❁ کوئی نہیں، ماضی میں حضور کے خلفاء خصوصاً انتظامی امور میں فاروق اعظم کا دور
☆ پسندیدہ کھیل؟
❁ کرکٹ

☆ پسندیدہ کھلاڑی؟
❁ انضمام الحق
☆ پسندیدہ مشروب؟
❁ اچھی خوشبو والا
☆ پسندیدہ کتاب؟
❁ قرآن
☆ پسندیدہ لفظ؟
❁ م
☆ پسندیدہ سواری؟
❁ اپنی گاڑی
☆ پسندیدہ کالم نویس؟
❁ اجمل نیازی
☆ پسندیدہ اخبار؟
❁ کوئی اخبار پسند نہیں
☆ زندگی میں کبھی عشق بھی کیا؟
❁ اب تک کر رہے ہیں سرکار ﷺ اور آپ کی آل سے۔
☆ تنہائی اچھی لگتی ہے یا محفل؟
❁ پاکوں کی محفل، بہاؤ الدین صاحب! آپ اکثر محفل ہونے نہیں دیتے۔
☆ سورج طلوع ہونے کا منظر اچھا لگتا ہے یا غروب ہونے کا؟
❁ طلوع
☆ کسی شخصیت کے ساتھ ملاقات جسے آپ بھول نہ سکتے ہوں؟
❁ مرشد گرامی، قبلہ شاہ جی، مفتی احمد سدیدی، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ مولانا حامد علی خان، پیر سید شمس الدین بخاری وغیرہ
☆ انسانی زندگی کے بارے میں آپ کا تجزیہ کیا ہے؟ اس میں انسانی ارادہ اور اختیار کی کیا اہمیت ہے؟
❁ اللہ نے انسان کو پتھر نہیں بنایا۔ صاحب ارادہ اور اختیار بنایا ہے۔ انسان کو یقین ہونا چاہئے کہ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہے لیکن انسان کو ہاتھ پاؤں ضرور ہلانا چاہئے۔
☆ زندگی کے مختلف مراحل دیکھنے اور تجربہ حاصل کرنے کے بعد آپ ''دوستی'' کے متعلق کیا کہنا چاہیں گے؟ دوست کسے کہتے ہیں؟ کیا اس دور میں دوست موجود ہیں؟
❁ کافی لوگوں سے تعلق رکھا اور نبھانے کی کوشش کی، مشورہ ہے کہ گھٹیا خاندان والے سے دوستی کر کے دوستی کو چھلنی نہیں کرنا چاہئے، خاندانی باوقار لوگوں سے دوستی شرف ہوتی ہے، وہ لجپالی کرتے ہیں۔ شاہ جی اور پیر سید شمس الدین بخاری سے تعلق کو عرصہ ہو گیا ہے۔
☆ جماعت اہل سنت میں شمولیت کی کوئی خاص وجہ؟
❁ عقیدہ
☆ سنا ہے کہ آپ نے داتا صاحب کی خطابت کے لئے کوشش کی تھی، کیا یہ سچ ہے؟
❁ دوستوں نے مجبور کیا، اصرار پر پھنس گیا، لیکن جب شاہ جی نے فرمایا کہ آپ کو اللہ نے مسلک کی خدمت کے لئے چنا ہے تو شاہ جی کے کہنے پر ارادہ ختم ہو گیا۔
☆ کوئی پچاس سال بعد یہ انٹرویو پڑھے تو اسے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟
❁ جو آج کہہ رہا ہوں وہی کہوں گا، رسول اللہ ﷺ سے وفا میں ہی ترقی کا راز پنہاں ہے۔
☆ دلیل راہ کے قارئین کے لئے کوئی نصیحت؟
❁ دلیل راہ پڑھتے رہیں۔ خصوصی طور پر شاہ جی کا ''اداریہ'' ضرور پڑھا کریں۔

☆☆☆

فخر موجودات رسالت مآب ﷺ

کی پیش گوئیاں

(بذریعہ قرآن مبین)

تحقیق و تحریر: صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

فرعون مصر کی نعش کی حفاظت:

تمام تاریخی کتب میں حقیقت پر مبنی یہ واقعہ درج ہے کہ فرعون اور اس کی تمام فوج دریائے نیل میں غرق ہو کر ختم ہو گئی تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے ظلم وستم اور یلغار سے بچانے کے لئے دریائے نیل کے آب رواں کو رک جانے کا حکم دے دیا، پانی کا بہاؤ رک گیا۔ جب حضرت موسیٰ آگے بڑھے تو پانی نے انہیں راستہ دے دیا۔ دریا کے درمیان وسیع راستہ بن گیا کیونکہ پانی نے دونوں طرف دیواروں کی صورت اختیار کر لی۔ جب موسیٰ علیہ السلام اور قوم موسیٰ اس راستہ سے گزر رہے تھے تو فرعون مصر بھی تعاقب کی غرض سے اسی راستہ کو استعمال کرتے ہوئے دریا کے اندر اتر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دریا سے باہر نکل گئے تو اس وقت فرعون ابھی دریائے نیل کے درمیان ہی میں پہنچا تھا کہ حکم الٰہی دریا کا پانی دونوں اطراف سے باہم مل گیا اور حسب معمول دریا بہنے لگا۔ اس طرح خدائی کا دعویدار فرعون مع اپنی قوم کے غرق دریا ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو نشان عبرت بنانا تھا۔ اس لئے اس نے کسی نہ کسی طرح اس کی لاش کو محفوظ رکھا۔ یہ تفصیلی موضوع ہے اور اس پر تاریخی کتب میں بہت سے مواد موجود ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں سب کچھ درج کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال قرآن عظیم سورہ میں اس کا ایک اشارہ ضرور موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فالیوم ننجیک ببدنک لمن خلفک ایۃ

(سورۃ یونس آیت ۹۲)

''اب تو ہم تیری لاش ہی کو بچائیں گے تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لئے نشان عبرت رہے۔''

قرآن پاک کی یہ پیشین گوئی بہت اہمیت کی حامل ہے اور یہ عظیم الشان اور بے مثال پیش گوئی ہے جو حضور پر نور نبی رحیم و کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت اور قرآن مجید کی سچائی کی نہ صرف مستند گواہی ہے بلکہ ٹھوس دلیل بھی ہے۔ یہ پیشین گوئی قرآن پاک کے ذریعے سامنے لائی گئی اس وقت فراعنہ مصر کی قبروں اور نقشوں کا حال منکشف نہیں ہوا تھا۔ مصر کے بڑے بڑے اہراموں اور ان میں موجود بڑے بڑے فراعنہ کے مقابر اور تابوتوں کو کھودنے کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ یہ کارنامہ عہد حاضر کا بہت بڑا اعزاز ہے۔ 1907ء سے قبل کسی کو یہ معلوم تک نہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد مبارک کے فرعون کی لاش محفوظ و مامون ہے یا پھر نیست و نابود ہو گئی۔ تین ہزار سال سے زیادہ قدیم واقعہ کے متعلق حال ہی میں ہونے والے انکشاف نے قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا ٹھوس ثبوت فراہم کر دیا ہے جو اس کے من جانب الٰہی ہونے کی بین دلیل اور قطعی برہان ہے۔

حیران کن امر یہ ہے کہ وہ مقام آج تک جزیرہ سینا کے مغربی ساحل پر موجود ہے جہاں فرعون کی لاش تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ عہد حاضر میں اس جگہ کا نام جبل فرعون ہے جس کے قریب گرم پانی کا ایک چشمہ بھی ہے جس کو مقامی آبادی ''حمام فرعون'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ سے چند میل اوپر کی جانب ہے اور اس ایریا کے باشندے بتاتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی۔

دریائے نیل میں غرق ہونے والا اگر یہ وہی فرعون ہے جس کو عہد حاضر کے مطابق فرعون موسیٰ یعنی رعمسیس قرار دیا گیا ہے تو اس کی لاش آج تک مصر کے دارالحکومت قاہرہ کے عجائب خانہ میں اہل فکر و نظر کو دعوت دے رہی ہے اور منکرین الٰہی کے لئے نشان عبرت ہے۔ 1907ء میں سر گرافٹن ایسٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ موجود تھی جو کھارے پانی میں اس کے غرق ہونے کی واضح دلیل ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

و ان کثیرا من الناس عن ایتنا لغفلون (سورۃ یونس آیت ۹۲)

''یعنی ہم تو عبرت ناک اور سبق آموز نشانات دکھاتے ہی جائیں گے۔''

یہ الگ بات ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ بڑی سے بڑی عبرت ناک نشانی دیکھ کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے اور وہ متاثر نہیں ہوتے جیسا کہ عہد حاضر میں صورت حال ہمارے سامنے ہے۔ ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ ہمیں عبرت ناک نشانیاں اور علامات دکھاتا ہے لیکن ہم ہیں کہ کوئی اثر قبول کرنے کو تیار ہی نہیں۔

ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کا ظہور:

اکثر و بیشتر مورخین و محققین کے مطابق یاجوج ماجوج سے مراد روس اور شمالی چین کے علاقوں کے جنگجو اور غیر مہذب قبائل ہیں جو تاری، منگولی، ہُن، سیتھین جیسے ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ یہ لوگ عہد قدیم ہی سے نسبتاً زیادہ مہذب ملکوں کے باشندوں پر حملے

کرتے اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتے رہے۔

قرآن حکیم کی سورہ الکہف میں جہاں، سگ اور اصحاب کہف کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام کی کہانی کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے، وہیں یاجوج ماجوج اور ذوالقرنین نامی بادشاہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ

قالو یذ القرنین ان یا جوج و ما جوج مفسدون فی الارض فہل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا۔ (الکہف، آیت نمبر ۹۴)

''ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان سدّ یعنی ایک بند باندھ دے۔ (یہاں بند سے ڈیم مراد نہیں، بلکہ مضبوط دیوار مراد ہے۔)

اس آیت مبارکہ سے پہلے آنے والی دو تین آیات میں ذکر کیا گیا ہے کہ

''ذوالقرنین بادشاہ نے ایک اور مہم کا سامان کیا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچ گیا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی گویا ذوالقرنین کے ہمراہیوں کے لئے ان کی زبان بالکل مختلف اور اجنبی تھی۔ یہ لوگ سخت وحشی تھے۔ اس لئے نہ کوئی ان کی زبان سے واقف تھا اور نہ وہ کسی دوسری زبان سے آشنا تھے۔''

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ'' ذوالقرنین'' صاحب کون تھے؟ زمانہ قدیم ہی سے اس معاملہ میں مؤرخین کا اختلاف رائے رہا ہے۔ پرانے زمانے میں مفسرین و محققین کا خیال تھا کہ ذوالقرنین سے مراد مقدونیہ کا بادشاہ سکندر اعظم تھا۔ جس نے اس دور کی معلوم دنیا کا بیشتر علاقہ فتح کر لیا تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں ذوالقرنین کے جو اوصاف بیان فرمائے گئے ہیں وہ سکندر اعظم میں موجود نظر نہیں آتے۔ اس کے مقابلہ میں عہد حاضر کے علماء و محققین کا نئی تاریخی معلومات کی روشنی میں خیال ہے کہ ذوالقرنین سے مراد ایران کے حکمران خورس یا خسرو سے ہے جسے سائرس اعظم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ رائے نسبتاً زیادہ وزنی نظر آتی ہے تاہم یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالقرنین کا اصل مصداق کون ہو سکتا ہے؟ ممکن ہے آنے والے ادوار میں مزید تاریخی معلومات کی روشنی میں اس کا صحیح فیصلہ ہو سکے۔

ذوالقرنین کا قرآن عظیم میں جس طرح ذکر آیا ہے، اس کی روشنی میں ذوالقرنین چار اوصاف کا حامل تھا۔ سب سے پہلی بات تو خود اس کا نام ہے یعنی ذوالقرنین جس کا معنی عربی زبان میں ''دو سینگوں والا'' کے ہوتے ہیں۔ دراصل کفار مکہ نے یہودیوں کے ایماء و ترغیب پر حضور سید کائنات ﷺ سے یہ سوال کیا تھا کہ ذوالقرنین کون ہے؟ اس لئے اگر اسرائیلی لٹریچر کی جانب رجوع کیا جائے تو کچھ نہ کچھ ضرور پتہ چل سکتا ہے۔

بائبل کے صحیفہ دانی ایل میں دانیال نبی علیہ السلام کے خواب کا ذکر آتا ہے جس میں وہ اہل یونان کے عروج سے قبل میڈیا اور فارس کی متحدہ سلطنت کو ایک مینڈھے کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ اس مینڈھے کے دو سینگ تھے۔ اہل یہود میں ان ''دو سینگوں'' کا بہت شہرہ تھا کیونکہ اسی کے حملہ کے نتیجے میں سلطنت بابل ختم ہو کر رہ گئی اور بنی اسرائیل نے جو معتوب و مغضوب تھے، نجات پائی۔

دوسری علامت یہ ہے کہ ذوالقرنین بہت بڑا فرماں روا اور فاتح اعظم تھا جس کی فتوحات مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں حتیٰ کہ شمال اور جنوب بھی اس کے زیر نگیں تھے۔ ایسی شخصیتیں چند ہی ملتی ہیں جو قرآن پاک کے نزول سے قبل موجود تھیں۔ اس لئے قرآن پاک کی بتائی ہوئی خصوصیات کی روشنی میں انہی میں سے کسی کو تلاش کرنا ہوگا۔ چنانچہ سائرس پر دوسری علامت خاصی حد تک چسپاں ہوتی ہے لیکن مکمل طور پر ہرگز نہیں، سائرس کی فتوحات مغرب میں ایشیائے کوچک اور سواحل ملک شام تک وسیع تھیں اور مشرق میں باختر (بلخ) تک پھیلی ہوئی تھیں مگر شمال یا جنوب میں اس کی کسی بڑی مہم کے بارے میں تاریخ کے اوراق خاموش ہیں حالانکہ قرآن پاک نے اس کی تیسری مہم کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے اس مہم کو ہم بالکل خارج از قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ تاریخ کے مطابق سائرس کی بادشاہت شمال میں کاکیشیا یعنی قفقاز تک پھیلی ہوئی تھی جسے عرف عام میں کوہ قاف کہا جاتا ہے۔

تیسری علامت کے مطابق ذوالقرنین میں اس خصوصیت کا موجود ہونا ضروری ہے کیونکہ اس نے یاجوج ماجوج سے بچنے کے لئے ایک قوم کے مطالبہ پر بہت بڑا بند یا از قسم دیوار، کچھ تعمیر کیا تھا لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے یہ تحقیق کی جائے کہ یاجوج ماجوج سے مراد کونسی اقوام ہیں؟ اور ان کے علاقے سے متصل کون سی دیوار تعمیر کی گئی؟

چنانچہ اہل تحقیق کی روشنی میں روس اور چین کے شمال میں آباد اقوام سے مراد تاتاری، منگول، ہُن، اور سیتھین جیسی قومیں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اچانک اپنے علاقوں سے نکل کر متمدن ملکوں پر حملہ آور ہوتے رہے۔ نیز تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ ان کے خونخوار اور وحشیانہ حملوں

سے بچنے کے لئے قفقاز کے جنوبی علاقہ میں ''دربند'' اور ''داریال'' کے استحکامات تعمیر کئے گئے لیکن یہ بات ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی کہ یہ استحکامات سائرس اعظم ہی نے تعمیر کئے تھے۔

بعض لوگوں کی یہ رائے بھی کسی زمانہ میں رہی کہ موجودہ ''دیوار چین'' ہی سے ذوالقرنین کی سدّ مراد ہے بہر حال اس پر تحقیق مزید کی ضرورت ہے کیونکہ یہ دیوار آج بھی عجائبات میں سے ایک شمار ہوتی ہے۔

چوتھی اور آخری علامت ذوالقرنین میں موجود ہونا از بس ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ذوالقرنین خدا پرست ہمدرد اور منصف وعادل قسم کا حکمران تھا۔ کیونکہ قرآن پاک اس کی اس خصوصیت کا ذکر نمایاں طور پر کرتا ہے تا کہ قریش کو ترغیب ہو کہ وہ توحید الٰہی پر ایمان لائیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ توحید پرست اور منصف حکمران کی صفت خورس (سائرس) پر چسپاں ہوسکتی ہے کیونکہ اس کی عدل وانصاف پر مبنی حکمرانی کی اس کے دشمنوں نے بھی تعریف کی ہے۔ ادھر بائبل کی کتاب عذرا میں یہ شہادت ملتی ہے کہ ''دوسینگوں والا'' بادشاہ ضرور ایک خدا پرست اور خدا ترس حکمران تھا جس نے محض اپنی خدا پرستی کی وجہ سے اہل بابل کے ظلم وستم سے نجات دلائی اور ان کی قید و بند سے آزاد کیا۔ یہ لوگ سالہا سال سے اہل بابل کے جور وظلم سہہ رہے تھے اور غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ اس نے یہودیوں کو محض اسیری سے نجات دلانے ہی پر اکتفانہ کیا بلکہ بیت المقدس میں دوبارہ ہیکل سلیمانی تعمیر کروایا۔ یہ کام اس کی خدا پرستی کی بہت بڑی دلیل بنتا ہے۔

ان علامات کی روشنی میں اگر چہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نزول قرآن حکیم سے قبل جتنے بھی مشہور ومعروف بڑے بڑے فاتح حکمران گزرے ہیں، ان میں خورس ہی قرآن پاک کی صفات کے کسی حد تک مطابق قرار پاتا ہے لیکن اس کے باوجود حتمی طور پر اب بھی نہیں کہا جا سکتا کہ خورس یا سائرس اعظم ہی ذوالقرنین ہے، ہماری رائے میں حتمی فیصلہ کے لئے ابھی مزید شہادتوں اور دلائل کی تلاش کی اشد ضرورت ہے۔

خورس یا سائرس ایرانی حکمران تھا جس نے 549ق م کے قریب عروج حاصل کیا۔ اس نے قلیل مدت میں میڈیا یعنی الجبال، لیڈیا (ایشیائے کوچک) کی زبردست سلطنتوں کو پامال کیا اور ان پر مکمل قبضہ کر لیا۔ 539ق م میں اس نے مضبوط سلطنت کے دارالحکومت بابل کو بھی زیرنگیں کر لیا جس کے بعد کوئی طاقتور سلطنت اس کی مزاحمت نہ کر سکی اور اس کے بعد بھی اس کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھاتے رہے اور اس کی سرپرستی قبول کرتے رہیں۔

حتیٰ کہ اس نے موجودہ سندھ، موجودہ ترکستان یعنی صُغد کو بھی فتح کر لیا۔ دوسری طرف مصر اور لیبیا تک پہنچ گیا۔ تھریس (یونان) اور مقدونیہ میں بھی اس کی فتوحات کا پرچم لہرانے لگا، شمال میں قفقاز اور خوارزم تک اس کی بادشاہت پھیل گئی۔ لہٰذا عملی طور پر اس دور کی وہ تمام دنیا اس کے زیرنگیں تھی جو مہذب اور متمدن کہلاتی تھی۔

چنانچہ قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں وہ اس مقام تک پہنچ گیا جہاں سورج غروب ہوتا ہے۔

حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئة

(آیت نمبر ۸۶، الکہف)

یعنی اس نے پہلے مغرب کی ایک مہم کا سروسامان کیا حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا۔''

مشہور ومعروف مفسر قرآن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے

اقصیٰ ما یسلک فیه من الارض من فاحیة المغرب۔

''یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ عین آفتاب کے غروب ہونے کا مقام، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ ملک پر ملک فتح کرتا ہوا خشکی کے آخری سرے پر پہنچ گیا جس کے آگے سمندر ہی سمندر تھا اور اس کا پانی سیاہ تھا۔

اغلباً مراد بحراوقیانوس ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مراکش تک پہنچنے والے مسلمان فاتح کی تعریف میں لکھا تھا۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

''سیاہ پانی'' کے لئے علامہ نے بحر ظلمات کی ترکیب استعمال کر کے معنیٰ کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک کی آیت کی روشنی میں یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ ''وہاں غروب آفتاب کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سورج سیاہی مائل گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔''

اگر خورس سے مراد فی الحقیقت خورس ہی کو لیا جائے تو اغلباً یہ ایشیائے کوچک کا مغربی ساحل بنتا ہے۔ جہاں بحر آئجین چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس قیاس کی تائید یہ بات کرتی ہے کہ یہاں بحر کی بجائے قرآن میں "عین" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو سمندر کی بجائے جھیل یا کھاڑی کے لئے زیادہ صحت کے ساتھ بولا جا سکتا ہے۔

اس رائے کے برعکس ہماری رائے کے مطابق یہ امکان بھی نظر آتا ہے کہ سائرس مصر و لیبیا سے آگے نکل کر مراکش تک جا پہنچا ہو جس کے آگے تاحد نظر بحر اوقیانوس دکھائی دیتا ہے۔ "سورج ڈوبنے کا جو منظر" قرآن پاک نے بیان کیا ہے اس کا نظارہ بحر اوقیانوس کے ساحل ہی سے ہو سکتا ہے، **واللہ اعلم بالصواب**۔

قرآن حکیم کی سورہ کہف کی آیت ۹۳ اور ۹۴ میں ارشاد ہوتا ہے:

"پھر اس نے (**ذوالقرنین**) نے ایک اور مہم کا سامان کیا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس اسے وہ قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا" اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیدیں تو ہمارے اور ان کے درمیان ایک بند (دیوار) تعمیر کر دے۔" اس نے کہا کہ میرے رب نے جو مجھے دے رکھا ہے وہ بہت کچھ ہے۔ تم بس محنت سے میری مدد کرو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنائے دیتا ہوں۔ تم مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو۔"

قرآن مجید میں مزید ارشاد ہوتا ہے جو سورہ کہف کی آیات نمبر ۹۵ تا آیت ۹۸ میں درج ہے۔

"آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان (موجود) خلا کو اس نے پُر کر دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب یہ آہنی دیوار آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا کہ لاؤ! اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبہ ڈال دوں۔ (یہ بند ایسا تھا) کہ یاجوج ماجوج اس کے اوپر چڑھ کر بھی نہیں آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی رحمت ہے مگر جب میرے رب کا وعدہ آن پہنچے گا تو وہ اس دیوار کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔"

تاریخی شواہد کے مطابق یاجوج ماجوج وہ قومیں ہیں جو براعظم ایشیا کے مشرقی علاقوں میں آباد ہیں۔ عہد قدیم میں یہ اقوام مہذب اور متمدن ممالک پر حملے کر کے انہیں تباہی و بربادی سے دوچار کرتی رہی ہیں۔ یہ اقوام وقتاً فوقتاً طوفان کی طرح اٹھتیں اور ایشیا اور یورپ کی جانب رخ کرتیں اور انہیں غارت و تاراج کر دیتیں۔ بائبل کی کتاب پیدائش کے باب دہم (۱۰) میں ان قوموں کو حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حضرت یافث کی اولاد میں شمار کیا گیا ہے۔ مسلمان مؤرخین کی بھی یہی رائے ہے۔ حزقی ایل کے صحیفے باب ۳۸، ۳۹ میں ان اقوام کا علاقہ روس اور توبل موجودہ "توبالسک" اور "مسک" (ماسکو) بیان کیا گیا ہے۔ اسرائیلی مؤرخ یوسیفوس ان سے مراد سیتھین قوم لیتا ہے جس کا علاقہ بحر اسود کے شمال اور مشرق میں واقع تھا۔ "جیروم" کے بیان کے مطابق ماجوج کاکیشیا کے شمال یعنی بحر خزر کے قرب و جوار میں آباد تھے۔

ذوالقرنین کے بارے میں قرآن حکیم میں کافی معلومات موجود ہیں۔ سورہ کہف کی آیت نمبر ۸۲ تا ۸۵ میں فرمایا گیا ہے کہ

"اے نبی (ﷺ) یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ذوالقرنین کون تھا؟ آپ فرمائیں کہ میں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں۔ بیشک ہم نے اسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا اسے ایک سامان عطا کیا۔ تو وہ ایک سامان (سبب) کے پیچھے چلا، یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اور اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا۔۔۔۔"

ہم ذوالقرنین کے بارے میں کچھ حالات پہلے بیان کر چکے ہیں لیکن کنزالایمان کے مفسر حضرت محمد نعیم الدین مراد آبادی، ذوالقرنین کو "سکندر" سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انہوں نے سکندریہ کا شہر آباد کیا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور صاحب لواء تھے۔ (لواء، پرچم) دنیا میں ایسے چار بادشاہ ہوئے ہیں، ان میں سے دو مومن تھے جن میں ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علیہ السلام شامل ہیں۔ دو کافر ہیں جن میں سے ایک نمرود اور دوسرا بخت نصر۔ عنقریب ایک پانچواں بھی آنے والا ہے۔ جس کا اسم مبارک حضرت امام مہدی ہے۔ ان کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ البتہ ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ وہ نبی نہ تھے اور نہ فرشتے لیکن وہ اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے۔ اللہ نے انہیں اپنا محبوب بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو وہ سب کچھ عطا کیا جس کی بادشاہوں اور حکمرانوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ دیار و امصار فتح کرنے اور دشمن پر فتح پانے کی صلاحیت بخش دی۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے سبب (سامان) عطا کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ عطا کیا۔ یہ سبب علم بھی ہوسکتا ہے اور قدرت بھی ہوسکتی ہے۔ ذوالقرنین نے جس مقصد کا ارادہ کیا، اسی کا سبب اختیار کیا۔

مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین نے کتابوں میں دیکھا تھا کہ اولادِ سام میں سے ایک شخص چشمہ حیات کا پانی پئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی، یہ دیکھ کر وہ چشمہ حیات کی تلاش میں مغرب و مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خضر بھی آپ کے ساتھ تھے۔ چشمہ حیات پر پہنچے تو حضرت خضر نے پانی پی لیا مگر ذوالقرنین نہ پی سکے۔ ممتاز شاعر اسد اللہ غالب نے کہا ہے۔

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

شاید ان کے مقدر میں نہ تھا۔ سو انہوں نے نہ پیا۔ اس سفر میں جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب منازل قطع کر ڈالیں اور سمت مغرب وہاں پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔ وہاں انہیں آفتاب، بوقت غروب ایسا دکھائی دیا کہ وہ ایک چشمہ میں ڈوبتا ہے جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا نظر آتا ہے۔

یاجوج ماجوج کے بارے میں "کنزالایمان" مترجم اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی طرف رجوع کریں تو ان کا بیان یوں ہے

> یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ تک پہنچا۔ اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہ رکھی۔ بات یہی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کو ہمارا علم محیط ہے۔ پھر (وہ) ایک سامان کے پیچھے چلا۔ یہاں تک جب وہ دو پہاڑوں کے بیچ (درمیان) پہنچا، ان سے اِدھر کچھ ایسے لوگ پائے کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہم میں اور ان میں (کے درمیان) ایک دیوار بنا دیں۔ تو کہا (ذوالقرنین نے) وہ جس پر میرے رب نے مجھے قابو دیا ہے، بہتر ہے۔ تم میری مدد طاقت سے کرو، میں تم میں اور ان میں مضبوط آڑ بنا دوں، میرے پاس لوہے کے تختے لاؤ۔ یہاں تک کہ جب دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں کے برابر کردی تو کہا دھونکو، یہاں تک کہ جب اسے آگ کردیا۔ تو کہا لاؤ میں اس پر پگھلا ہوا تانبہ انڈیل دوں، تو یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کرسکے، اور کہا (ذوالقرنین نے) یہ میرے رب کی رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔"

کنزالایمان کے مفسر مولانا نعیم الدین مراد آبادی ان آیات قرآنی کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

> طلوع آفتاب کے مقام تک پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ ذوالقرنین اس مقام تک پہنچا جس کے اور آفتاب کے درمیان آڑ نہ تھی۔ کوئی پہاڑ، درخت یا کوئی چیز حائل نہ تھی۔ نہ وہاں کوئی عمارت قائم ہوسکتی تھی۔ وہاں کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ طلوع آفتاب کے وقت غاروں میں گھس جاتے اور زوال کے بعد نکل کر اپنا کام کاج کرتے تھے۔

جو کچھ اس (ذوالقرنین) کے پاس تھا اس پر ہمارا علم محیط تھا" اس سے مراد یہ ہے کہ فوج، لشکر اور آلات حرب، سامان سلطنت، بعض مفسرین نے فرمایا کہ سلطنت، ملک داری کی قابلیت اور امور مملکت سرانجام دینے کی لیاقت۔

اس آیت کی مزید تفسیر یہ ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے ساتھ جیسا سلوک کیا تھا ویسا ہی مشرقی قوم کے ساتھ بھی کیا۔ کیونکہ یہ لوگ بھی انہی کی طرح کافر تھے اور جو ان میں سے ایمان لائے ان کے ساتھ احسان کیا اور جو کفر پر مصر رہے ان کو تعذیب کی۔

اگلی آیت کی تشریح میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں:

> "یہ قوم جانب شمال تھی (بقول خازن) ان کی زبان عجیب و غریب تھی۔ ان کے ساتھ اشاروں کنایوں سے بات کی۔ گویا ان کے ساتھ بات چیت میں مشکل پیش آئی۔"

مولانا نعیم الدین بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ یاجوج ماجوج حضرت یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی۔ ان کے مطابق یہ فسادی گروہ ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہ لوگ زمین میں فساد برپا کرتے۔ ربیع کے زمانے میں نکلتے اور کھیتیاں اور فصلیں تباہ کردیتے اور سب کچھ کھا جاتے۔ حتیٰ کہ سبزہ تک ختم کردیتے۔ خشک چیزیں اپنے ساتھ لاد کر لے جاتے۔ آدمیوں کو کھا لیتے تھے۔ حتیٰ کہ درندوں، وحشی جانوروں، سانپوں، بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے۔

عہد حاضر میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اہل چین سانپ، مینڈک اور اس قسم کے تمام جانور بخوشی کھالیتے ہیں۔ حتیٰ کہ کتے بھی ہڑپ کر جاتے ہیں کیا یہ لوگ یاجوج ماجوج نہیں یا پھر ان کا ایک حصہ۔ اس سے قبل تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہو کر سامنے آتی ہے کہ چنگیز و ہلاکو خاں تاتار کے علاقہ سے اٹھے اور انہوں نے پہلے بلخ و بخارا، سمرقند و یارقند کو تباہ و برباد کیا اور پھر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ لوگ اس قدر سفاک تھے کہ وہ ہزاروں لوگوں کو قتل کر کے ان کے سروں سے مینار بناتے اور خوشی سے ناچتے۔ بعد میں یہ لوگ اگرچہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تاہم ان کی غارت گری میں فرق نہ آیا۔ انہی میں سے تیمور (تمر لنگ) اٹھا جس نے سلطنت عثمانیہ کو تباہ و برباد کر دیا اور عثمانی خلیفہ بایزید یلدرم جو یورپ میں دریائے ڈینیوب عبور کر کے فرانس کی سرحدوں کو عبور کر چکا تھا۔ اسے واپس آنا پڑا اور اس کی تھکی ہاری افواج تیمور کے مقابل شکست کھا گئیں۔ اس کے بعد سلطنت عثمانیہ کا عروج خاک میں مل گیا۔ اگر تیمور (لنگ لنگڑا) یہ تباہی و بربادی نہ کرتا تو آج یو رایورپ مسلمانوں کے زیر نگیں ہوتا۔

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

اسکندر و چنگیز کے ہاتھوں سے جہاں میں
سو بار ہوئی حضرت انساں کی قبا چاک
تاریخ امم کا یہ پیغام ازلی ہے
"صاحب نظراں! نشہ قوت ہے خطرناک
اس سیل سبک سر و زمیں گیر کے آگے
عقل و نظر و علم و ہنر ہیں خس و خاشاک

لیکن یہی لوگ جب دائرہ اسلام میں بکثرت شامل ہوئے تو اسلام کے پاسبان اور پشتیبان بن گئے۔ مغلوں نے ہندوستان میں اسلام کو جو تقویت پہنچائی، وہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے اسی طرح سلطنت عثمانیہ کا بانی امیر عثمان بھی تاتاری ہی تھا جس نے صرف 500 افراد کے ساتھ ایشیائے کوچک کو فتح کر کے اسلامی سلطنت عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔

حکیم الامت، مفکر اسلام علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

چنانچہ یاجوج ماجوج کے ظلم وستم کے ستائے ہوئے لوگوں نے حضرت ذوالقرنین سے شکایت کی کہ وہ ان کی مدد کریں اور ایسی دیوار، بند یا آڑ تعمیر کر دیں جس کی بدولت ہم ان کے شر اور ایذا سے محفوظ رہ سکیں اور اس کے لئے ہم کچھ مال پیش کریں گے جس پر ذوالقرنین نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے پاس مال ومتاع سب کچھ موجود ہے مجھے تم سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں۔ ذوالقرنین نے ان لوگوں سے مجوزہ دیوار کی بنیادوں کی کھدائی کرائی، جب بنیاد پانی کی سطح تک پہنچی تو اس میں پتھر پگھلائے ہوئے تانبے سے جمائے گئے اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر ان کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھر دیا اور اس طرح یہ دیوار پہاڑوں کی بلندی تک پہنچی اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی۔ اس کے اوپر سے پگھلایا ہوا تانبہ دیوار میں پلا دیا گیا۔ یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو دن بھر محنت کر کے توڑتے ہیں، جب اس کو توڑنے کے قریب پہنچتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے اب چلو! باقی کل توڑلیں گے، دوسرے روز جب آتے ہیں تو وہ بحکم الٰہی دیوار پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ جب ان کے خروج کا وقت آئے گا تو ان میں کہنے والا کہے گا اب چلو! باقی دیوار کل توڑلیں گے انشاء اللہ۔ انشاء اللہ کہنے کا یہ ثمرہ ہوگا کہ اگلے روز انہیں اتنی ہی دیوار ٹوٹی ہوئی ملے گی جہاں سے چھوڑی گئی تھی۔ اب وہ باقی دیوار بھی بآسانی توڑلیں گے اور باہر نکل آئیں گے اور زمین میں فساد پھیلائیں گے۔ قتل و غارت گری کریں گے اور تمام چشموں کا پانی پی جائیں گے۔ جانوروں درختوں اور انسانوں، میں سے جو کچھ ان کے ہاتھ لگے گا وہ کھا جائیں گے لیکن وہ لوگ مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ اور بیت المقدس میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے گا۔ اسطرح ان کی گردنوں میں کیڑے پڑیں گے جو ان کی ہلاکت کا سبب بنیں گے لیکن یاد رہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج قرب قیامت کی علامت ہے۔

☆☆☆

قیام پاکستان

اور آزادیٔ ہند کے مخالفین

راجہ آصف علی خان

جماعت اسلامی کے بڑے چھوٹے جس طرح تحریک پاکستان میں قیام پاکستان کے مخالف تھے۔ آج اسی طرح استحکام و یکجہتی و دفاع پاکستان کے مخالف ہیں۔ بدیں وجوہ آپریشن راہ راست 2009ء کو کسی نہ کسی طور غلط ثابت کرنے میں ہر ناجائز حربہ آزمانے پر کمربستہ ہیں تاکہ دہشت گرد خون آشام اور بے دین شرپسند ظالمان کو بچاسکیں اور ملک پر آئندہ جب بھی کوئی مشکل وقت آئے تو یہ پھر آگ اور خون کی ہولی کھیلیں۔ درحقیقت تحریک پاکستان میں جماعت اسلامی اور نیشنلسٹ علماء جمعیت علماء ہند وغیرہ کی تمام چالوں کو مسلمانوں نے ناکام بنادیا تھا، لہٰذا یہ عناصر بغض وحسد کی آگ میں آج تک جل رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جیسے بھی بن پڑے پاکستان تباہ ہو، مٹ جائے یا پھر ان کے قبضے میں آجائے، تاکہ یہ پاکستان بنانے والوں سے جو بدلہ نہیں لے سکے، ان کی موجودہ اور آئندہ نسلوں سے بدلہ چکاسکیں۔ جس کا مظاہرہ شمالی علاقہ جات سوات وغیرہ میں ساری دنیا نے کافی حد تک دیکھ لیا ہے۔ اگر فوج اور حکومت پہلی حکومتوں کی طرح ذرا بھی کوتاہی کرتی تو قتل و غارت، لوٹ مار اور آگ و خون کا وہ بازار ملک میں گرم ہوتا جیسا دیکھا اور نہ کبھی سنا۔

عرض کر رہا تھا کہ جب برصغیر کے مسلمانوں نے مودودی وغیرہ کو دھتکار اور قائداعظم کو حقیقی لیڈر مان لیا۔ اس وقت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی تحریک آزادی میں حصہ لینے کی بجائے اس تحریک کے خلاف سرگرم عمل تھے۔ اس معاملہ میں کہاں تک آگے گئے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں:

۱۔ ارشاد ہوا:

انگریزوں کو ملک سے نکال دینے کی کیا ضرورت ہے؟ ذرا صبر سے کام لو، اپنی تحریک آزادی کو روک دو تو ہم رفتہ رفتہ انگریزوں کو اپنا لٹریچر پڑھا کر اور انہیں سمجھا بجھا کر اسلام قبول کر لینے پر رضامند کرلیں گے۔

۲۔ ارشاد مزید یہ ہے کہ:

(تحریک آزادی والے مسلمان) انگریز اور ہندوستانی کے درمیان قومی و وطنی عداوت اور تعصب کی آگ بھڑکانے میں حصہ لیتے ہیں، حالانکہ اسلام کی دعوت قیام میں یہ رکاوٹ ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انگریز اور ہندوستانی دونوں انسان ہیں اور دونوں کو یکساں اپنی دعوت کا مخاطب بناتا ہے۔ اس کا جھگڑا انگریز سے اس بات پر نہیں ہے کہ وہ ایک ملک کا باشندہ ہو کر دوسرے ملک پر حکومت کیوں کرتا ہے، بلکہ جھگڑا اس بات پر ہے کہ وہ خدا کی حاکمیت اور اس کے قانون کی اطاعت کیوں تسلیم نہیں کرتا، بعینہ اسی بات پر اس کا جھگڑا ہندوستانی سے بھی ہے۔ وہ دونوں کو ایک ہی طرف بلاتا ہے۔ ایک کا حامی بن کر دوسرے سے لڑنا اس کی حیثیت کے منافی ہے، کیونکہ اگر وہ ہندوستانی اور انگریز کے وطنی و قومی جھگڑے میں ایک کا طرفدار اور دوسرے کا مخالف بن جائے تو انگریز کے دل کا دروازہ اس کی دعوت کے لئے بند ہو جائے گا۔

اب یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ ایک طرف اسلام کے داعی بنتے ہیں اور دوسری طرف اس وطنی اور قومی جھگڑے میں فریق بنتے ہیں، وہ دراصل ہندوستان کے مفاد کو قربان کرتے ہیں۔ (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، ج ۳، ص ۱۶۲، ۱۶۳)

قارئین کرام!

مودودی صاحب کا کمال یہ بھی ہے کہ خواہ کیسی بھی بات کہیں مگر کہتے اسلام کے نام پر ہی ہیں اور ان کی جماعت کی ہر حکمت عملی رہتی اسلام کے مفاد میں ہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے مفاد سے ان کی مراد درحقیقت ذاتی یا گروہی مفاد ہی ہوتا ہے۔ اگر اس صورت حال سے بھی کسی پر بات نہ کھل رہی ہو تو مولانا مودودی صاحب کا یہ فرمان بھی حاضر ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی ایمپیریل ازم سے آزاد کرایا جائے۔" (ایضاً ص: ۱۲۷)

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ نہ ہم قومی اقلیت ہیں، نہ آبادی کے تناسب پر ہمارے وزن کا انحصار ہے، نہ ہندوستان سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے، نہ انگریزوں سے وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے، نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بن بیٹھے ہیں۔ نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے، نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے۔ (ایضاً ص: ۹۰)

خدا کا شکر کہ بزعم خود مزاج شناس رسول ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی اس نرالی منطق کو قوم نے لائق توجہ نہ جانا اور مسلم قوم نے تحریک آزادی کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ ملک کے گوشے گوشے میں "مسلم لیگ زندہ باد" "قائداعظم زندہ باد" اور "لے کے رہیں گے پاکستان" "بن کے رہے گا پاکستان" کے نعرے گونجنے لگے تو آزادی کی راہ میں روڑے اٹکانے والے مودودی صاحب عالم اشتعال میں تمام حدود و قیود عبور کر گئے کہ ان کے ہوتے ہوئے قوم نے محمد علی جناح کو قائداعظم کا تاج کیوں پہنا دیا۔ بس پھر کیا تھا انہوں نے فوراً پینترا بدلا اور اپنی حکمت عملی یا حکمت بدعملی کی تمام تر حشر سامانیوں، تمام تر قوتوں کے ساتھ مسلم لیگ اور قائداعظم پر حملہ آور ہو گئے اور ان پر بے بنیاد الزامات و اتہامات کے بم برسانے لگے۔ بطور نمونہ از سینہ پر کینہ چند فرمودات یہ ہیں:

۱۔ افسوس کہ (مسلم) لیگ کے قائداعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو

اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔
(ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ، ص ۶۲ حوالہ از تاریخ وہابیہ، ص ۱۷۰)

۲۔ پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے، تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی، ان کا گمان غلط ہے۔ دراصل اس کے نتیجے میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف کافرانہ حکومت ہو گی۔ اس کا نام حکومت الٰہی رکھنا اس پاک نام کو ذلیل کرنا ہے"۔ (سیاسی کشمکش از مودودی، ص ۱۷۵)

۳۔ فرمایا مولانا مودودی نے کہ:

"جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں کتنے ہی سبز باغ دیکھ رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی سٹیٹ کے نظریئے پر بنے گا۔ (ترجمان القرآن، ص ۱۵۴، ۱۹۴۶ء)

(مذکورہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مودودی صاحب اس وقت تک اکھنڈ بھارت پر جمے ہوئے تھے، یعنی قیام پاکستان کا یقین نہیں آ رہا تھا)۔

۴۔ آپ ہی کا ارشاد ہے:

"جب میں (مودودی) مسلم لیگ کے ریزولیشن (قرارداد پاکستان لاہور ۱۹۴۰ء) کو دیکھتا ہوں تو میری روح بھی بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔ (سیاسی کشمکش، ص ۳۷)

(یہاں سے اندازہ لگا لیجئے کہ جب اسی قرارداد کے 7 سال بعد پاکستان دنیا کے نقشے پر پہلی اسلامی نظریاتی ریاست کے طور پر عالم وجود میں آیا تو مولانا مودودی کی روح نے کتنا ماتم کیا ہوگا؟)

۵۔ مزید آگاہ ہو جایئے کہ مولانا صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اس نام نہاد مسلم حکومت (یعنی پاکستان) کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں، جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقاصد کے لئے نہ صرف غیر مفید ہوگی بلکہ کچھ زیادہ ہی سد راہ ہوگی۔
(کتاب مذکورہ بالا، ص ۱۳۱، حاشیہ و تاریخ وہابیہ، ص ۱۷۱، از ابوالحسن مولانا حکیم محمد رمضان علی قادری)

۶۔ مولانا مودودی صاحب کے دل کا بخار بلکانہ ہوا تو یہ بھی فرمادیا کہ "باقی رہا نظام حکومت" تو وہ پاکستان میں بھی ویسا ہی ہوگا جیسا کہ ہندوستان میں ہوگا"۔ مسلمانوں کی اسلامی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلے میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے۔ (سیاسی کشمکش، ص ۱۳۱، حاشیہ)

حضرات گرامی!

قائداعظم، پاکستان، مسلم لیگ اور اہل اسلام کارکنان و قائدین تحریک پاکستان کی اس قدر شدید مخالفت، دشمنی، توہین و تنقید کے باوجود ستم بالائے ستم یہ کہ اب بھی تحریک پاکستان، نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کا سہرا بھی اپنے ہی سر باندھنے کی نہ ختم ہونے والی ضد؟ چہ معنی دارد؟

اگرچہ جماعت اسلامی اور اس کے امیر محترم و بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریک پاکستان میں قیام پاکستان کی مخالفت بدرجہ دشمنی اظہر من الشمس ہے پھر بھی تائید مزید کے لئے ایک عدالتی ثبوت پر یہ مضمون اختتام پذیر ہوتا ہے۔ (بوقت ضرورت مزید تفصیلات پیش خدمت کی جائیں گی فی الحال اتنا ہی عرض کرنا مقصود ہے)۔

اپریل 1954ء میں عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) نے مندرجہ ذیل فیصلہ سنایا تھا مگر جماعت اسلامی نے اس کے خلاف عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) میں آج تک کوئی اپیل کی جرأت نہیں کی۔ عدالت عالیہ کا یہ بینچ چیف جسٹس مسٹر جسٹس محمد منیر اور مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا۔ ان جج صاحبان نے اپنے فیصلے میں یوں لکھا تھا:

"جماعت اسلامی، مسلم لیگ کے تصور پاکستان کی علی الاعلان مخالف تھی اور جب سے پاکستان قائم ہوا ہے جس کو ناپاکستان کہہ کر یاد کیا جاتا ہے۔ یہ جماعت موجودہ نظام حکومت اور اس کے چلانے والوں کی مخالفت کر رہی ہے۔ ہمارے سامنے جماعت اسلامی کی جو تحریریں پیش کی گئی ہیں، ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعید سا اشارہ بھی موجود ہو"

"اس کے برعکس یہ تحریریں جن میں کئی ممکن مفروضے بھی شامل ہیں تمام کی تمام اس شکل کی مخالف ہیں جس میں پاکستان وجود میں آیا اور جس (شکل) میں اب تک موجود ہے"۔

رپورٹ: تحقیقاتی عدالت، مقرر کردہ زیر پنجاب ایکٹ 1954،2ء برائے تحقیقات پنجاب فسادات 1953ء، و تاریخ وہابیہ، ص:

۲۷۔۳۱۲۷،از مولانا حکیم رمضان علی قادری طباعت جنوری 1976،اشرفی آفسیٹ پرنٹنگ پریس لائل پور)

معزز قارئین!

جماعت اسلامی کے ظاہر و باطن کا کھلا تضاد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔یہی وجہ تو ہے کہ جماعت اسلامی کے اعلیٰ ترین مناصب پر فائز ہو جانے والے کئی اہم حضرات جب درونِ خانہ حالات سے واقف ہوئے تو اتنے بددل ہوئے کہ یکے بعد دیگرے جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوتے گئے۔''

چنانچہ سب سے پہلے مولوی منظور احمد نعمانی ایڈیٹر رسالہ الفرقان لکھنؤ دھاندلیوں سے متنفر ہو کر مستعفی ہوئے اور ان کے زیر اثر سینکڑوں افراد نکلتے چلے گئے۔

۲۔ امیر جماعت صوبہ پنجاب،سعید ملک اعلان بیزاری کر گئے۔

۳۔ رہی سہی کسر امین احسن اصلاحی نے تائب ہو کر نکال دی اور اخبارات میں اعلان بھی کر دیا کہ اس جماعت کو جماعت اسلامی کہنا ہی غلط ہے۔

۴۔ مولوی عبدالرحیم اشرف،ایڈیٹر رسالہ المنبر وامیر حلقہ لائل پور

۵۔ سید ابوالحسن ندوی (یکے از بانیان جماعت اسلامی)

۶۔ مولوی عبدالغفار حسن سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان

۷۔ عبدالجبار سابق امیر جماعت

۸۔ شیخ سلطان احمد سابق امیر جماعت

۹۔ سردار محمد اجمل خان لغاری رکن مرکزی مجلس شوریٰ

۱۰۔ مولوی عبدالحق جامعی سابق امیر حلقہ بہاولپور

۱۱۔ راؤ خورشید علی خان ایڈووکیٹ ایم پی اے/ایم این اے

۱۲۔ ارشاد احمد حقانی ایڈیٹر تسنیم

۱۳۔ محمد عاصم الحداد سابق ناظم دارالعربیہ

۱۴۔ مولانا کوثر نیازی سابق امیر جماعت اسلامی حلقہ لاہور (سابق وفاقی وزیر پاکستان)

یہی لوگ تو جماعت اسلامی کے چوٹی کے لیڈر تھے اور بقول مولانا کوثر نیازی: یہ وہ راہنما ہیں جو مودودی صاحب کے بعد جماعت کا اصل سرمایہ اور اثاثہ سمجھے جاتے تھے۔کاش کہ مودودی صاحب کے اندھے مقلدوں کو یہ سوچنے کی توفیق نصیب ہوتی کہ:

''کیا ان سب قائدین (مذکورہ بالا) کے دماغ خراب ہو گئے تھے؟ کیا یہ سب بک گئے تھے؟ کیا یہ سب بددیانت تھے؟ کیا یہ سب دین سے ناواقف تھے؟ اگر ان سب میں دیانت مشکوک تھی،ان سب کا علم ناقابل اعتماد تھا جو اپنے اپنے وقت میں جماعت اسلامی کے ستون تھے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ''عوام جماعت کے باقی ماندہ تنخواہ دار کارکنوں کے علم و دیانت پر بھی کیوں بھروسہ کریں۔''

قارئین گرامی قدر!

مولانا کوثر نیازی نے جماعت اسلامی سے علیحدگی کے وقت اخبارات میں مودودی صاحب کے ساتھ اپنی خط و کتابت کے علاوہ اپنا بیان بھی شائع کرایا تھا۔

اس پر ایڈیٹر میثاق،امین احسن اصلاحی نے اپنی طرف سے پیش لفظ میں تحریر کیا کہ''کوثر صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے پورے سترہ (17) سال ہر طرح کے نرم و گرم حالات جماعت کے ساتھ گزارے ہیں۔ان کا ہفتہ وار شہاب اخبار جماعت کا نہایت سرگرم حامی رہا ہے اور ادھر ایک عرصہ سے خود ان (کوثر نیازی) کا شمار بھی جماعت اسلامی کے صف اول کے لیڈروں میں ہوتا رہا ہے۔ہمیں امید ہے کہ قارئین میثاق ان تحریروں میں جماعت اسلامی کے باطن کا ایک عکس دیکھ سکیں گے اور اس سے ہمارے ان خیالات کی تصدیق ہو گی جو ہم نے اس جماعت سے متعلق پچھلے شماروں میں ظاہر کئے ہیں''۔

(میں نے جماعت کیوں چھوڑی،ص:۷۔۸،تاریخ وہابیہ ص:۱۵۴)

☆☆☆

خوشا وقتیکہ از راہے برآئی

حافظ شیخ محمد قاسم

فون کی گھنٹی بجی، کال سننے کے لئے مجھ سے پہلے حسن آگے بڑھا اور ننھی سی زبان سے معمول کے مطابق کہا ''چھاجن ملی ہیں'' شاہ جی میرے ہیں۔ حسن تو مایوس ہوگیا اس لئے کہ آواز شاہ جی کی نہیں تھی بلکہ نوید بھائی تھے جنہوں نے فون صرف یہ بتانے کے لئے کیا تھا کہ 002 پر شاہ جی کا انٹرویو چل رہا ہے آپ سن سکتے ہیں۔ T.V آن کیا تو سائل شاہ جی سے مسلمانوں کے عروج وزوال سے متعلق حکمتیں، عبرتیں اور فلسفہ پوچھ رہے تھے۔ ''انٹرویو'' کا کچھ حصہ گزر چکا تھا مجھے سیاق وسباق یکجا کرنے میں کچھ دقت ہوئی، تاہم شاہ جی کے الفاظ نذر قارئین کرنا چاہوں گا۔

غرناطہ اور قرطبہ کے روحانی مرکز کہاں گئے آج اس سرزمین پر کفر وشرک کے سیاہ سائے منڈلا رہے ہیں۔

پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تیری باد سحر میں

غرناطہ کا شاہی محل جس میں حسن افروز حوض دعوت نظارہ دیتے تھے وہاں کے شیر نما مجسمے اور ان کے منہ سے پانی کے ابلتے چشمے اور پھر ان چشموں میں سیماب کی آمیزش کے اندر جب سورج کی کرنیں کھیلتی اور ہواؤں کے چلنے سے حوضوں میں لہریں اٹھتی تو لگتا جیسے محل لہرا رہا ہے۔ دیکھنے والوں پر بادشاہوں کی دھاک بیٹھ جاتی۔ جب ابوعبداللہ نے اس محل کی چابیاں فاتحین کے سپرد کیں اور خود مہاجر بن کر ایک سرسبز پہاڑ کی چوٹی سے آخری بار الحمرا کو دیکھنے لگا تو چیخیں نکل گئیں، اسے بچوں کی طرح روتے دیکھ کر اس کی ماں عائشہ نے کہا جب تم علم کی چٹائی اجاڑو گے، مردوں کی طرح میداں میں کوئی کارنامہ نہیں دکھا سکو گے اور مادیت کے ہاتھوں موم بن جاؤ گے تو تمہیں بچوں کی طرح رونا کیا فائدہ دے گا؟

شاہ جی جماعت اہل سنت کے ناظم اعلیٰ ہیں، لیکن ان کے دل میں تمام مسلمانوں کا درد ہے۔ اُمہ کے زوال پر شاہ جی کو گھنٹوں روتے ہوئے دیکھا ہے۔ آج شاہ جی کی سوز بھری باتیں جب انٹرویو میں سنیں تو زخم ہرے ہوگئے اور دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ محبت کو دو آتشہ حسن ریاض نے اس وقت کر دیا جب وہ دوڑا اور اسکرین پر آنے والی شاہ جی کی تصویر کو چوم لیا۔ اتفاق کی بات اس وقت شاہ جی زبان سے حضرت حسن ﷺ اور حسین ﷺ کا ذکر فرما رہے تھے۔ حسن ریاض نے سمجھا شاید شاہ جی حسن کہہ کر اسے بلا رہے ہیں۔ اس کے رونے کی وجہ سے ''انٹرویو'' سننے کی بجائے مصروفیت خانگی نوعیت کی بن گئی۔ تھوڑے سنبھلے تو انٹرویو کا وقت گزر چکا تھا البتہ شاہ جی کو مس کال دی تقریباً تین گھنٹے بعد شاہ جی نے شفقت فرمائی اور مجھ سے مخاطب ہوئے:

حسن کہاں ہے بات کراؤ؟

شاہ جی حسن سوگیا ہے، میں نے عرض کی

شاہ جی! ''چلو اس کی غوں غاں ہی سنادو''

میں نے عرض کی

''شاہ جی شاید وہ گہری نیند میں ہے''

چلو رہنے دو تم ہی سے بات کر لیتا ہوں۔ شاہ جی نے فرمایا:

رسمی گفتگو کے بعد لہجہ غمگین ہوگیا اور افسردگی سے فرمانے لگے:

یہاں انگلینڈ میں آکر مجھے پریشانی ہوئی، علماء آپس میں لڑ رہے ہیں، مشائخ جیسے غباروں میں کسی نے تکبر کی ہوا بھر دی ہو۔ پاکستان کے اندر علماء ومشائخ کو شہید کیا جا رہا ہے۔ یہاں مادیت نے ان لوگوں کو اس قدر بے باک اور بے ادب کر دیا ہے کہ اپنے مفادات کی جنگ کے لئے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ اور حضرت علی ﷺ کے پاکیزہ اسماء استعمال کر رہے ہیں۔ لڑکیوں اور عورتوں سے بے خوفی کے ساتھ بے لوث میلاپ رکھے ہوئے ہیں۔ شریعت کی قدروں کو گرایا جا رہا ہے۔ طریقت، روحانیت، اصلاح نفس، دینی دعوت اور تہذیبی سطوت کسی زاویے کا عنوان نہیں رہی۔ دھوکہ بازی، نفاق اور مفاد پرستی کا جنوں ہر ایک کو چمٹا ہوا ہے۔ کچھ ان میں بڑے ہیں اور کچھ ان میں چھوٹے ہیں۔ چھوٹے بڑوں سے پاؤنڈ کمانے کے لئے، بڑوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے، ان کے من پسند عنوان پر جلسے کرتے ہیں۔ چھوٹوں کو اس طرح بڑے نوازتے ہیں کہیں حضرت صدیق ﷺ کانفرنس ہو رہی ہے، کہیں امیر معاویہ ﷺ کانفرنس ہو رہی ہے، کہیں حیدر کرار کانفرنس ہو رہی ہے، اصل میں کسی کو پروا نہیں کہ مسلمانوں کا خون ارزاں کر دیا گیا ہے۔ سوات میں تین سو علماء کو بارود اور گولیوں سے اڑا دیا گیا ہے۔ ان لوگوں میں قربانی کا جذبہ ٹھنڈا پڑ چکا ہے۔ چندے اکٹھے کرنے کے لئے بہانے تلاش کرتے ہیں۔ خلوتوں میں ایک دوسرے کی غیبت کی جاتی ہے، سنگ دلی کی انتہا کہ بعض پیروں کو حضرت علی ﷺ کا نام لینے سے منع کرنے کی تلقین کرتے ہوئے سنا گیا ہے۔

خوفناک بات یہ ہے قاسم! امریکہ سے آئے ہوئے ایک ڈاکٹر سے میں نے خود سنا کہ ان کے پیروں فقیروں سے مل کر محسوس ہوتا ہے کہ

میری ایک دوسرے قسم کے اسلام سے ملاقات ہو رہی ہے۔ میں اصل نقشبندیوں، قادریوں، سہروردیوں اور چشتیوں کی تلاش میں ہوں۔ اللہ کرے یہ سفر جلد ختم ہو اور مجھے میری روحانی منزل مل جائے۔" اچھا تو قاسم اس وقت سو جاؤ پھر ملاقات ہو گی اس کے ساتھ ہی لائن کٹ گئی۔

جولائی 2009ء کے ابتدائی ایام میں ای میل کے پنجرے سے شکار رہا کرانے کی غرض سے کمپیوٹر پر بیٹھا تو شاہ جی کا شفقت نامہ موصول ہو گیا۔ میں نے مصروفیات کی نوعیت بدل دی اور شاہ جی کی تحریر سمجھنے اور لکھنے میں مشغول ہو گیا۔ دقت یہ پیش آئی کہ شاہ جی نے جو کچھ لکھا تھا فخر بھائی نے اسے جوں کا توں مجھے ای میل کر دیا۔ ڈرتا تو ہوں کہ کہیں سمجھ کی غلطی مزاج مبارک پر بوجھ کا سبب نہ بن جائے لیکن برملا پیشگی عرض کر دیتا ہوں کہ غلطیاں میری طرف سے ہیں اور اگر کوئی درس عبرت حجابات دور کرنے کا ذریعہ بن جائے تو کرامت شاہ جی کی ہو گی۔ آپ لکھتے ہیں:

چین کا ایک بادشاہ تھا، اس نے شراب پی اور باغ کے ایک کونے میں سو گیا۔ فضا میں خنکی تھی اور خوشگوار ہوائیں جیسے لوری دے رہی ہوں۔ بادشاہ کے تاج کا رکھوالا بادشاہ کے قریب سے گزرا تو دیکھا وہ سو گیا ہے اور سردی سے ٹھٹھر رہا ہے۔ خادم نے اپنا کوٹ اتارا اور بادشاہ کے اوپر دے دیا کچھ دیر بعد بادشاہ جاگا اور پوچھا میرے اوپر یہ کوٹ کس نے دیا ہے۔ بادشاہ نے پہلے تو بستر ٹھیک کرنے والے خادم کو بلایا اور اسے اپنا کام نہ کرنے کی کوتاہی پر سزا دی اور پھر تاج کے رکھوالے کو بلایا اور اسے اپنے فرائض سے تجاوز کرنے کے جرم میں سزائے موت سنا دی۔

قاسم اس مرتبہ مجھے بھی انگلینڈ میں یہی تجربہ ہوا۔ پاکستان کے استحکام کی فکر لے کر انگلینڈ پہنچا، خیال تھا یہاں کی این جی اوز اور مذہبی تنظیموں کو سوات کے متاثرین کی خدمت اور وطن کی حفاظت کے لئے نیک جذبوں سے سرشار کروں گا اور محبت پاکستان کی تحریک اٹھاؤں گا۔ پاکستان ویلفیئر ٹرسٹ، مرکزی جماعت اہل سنت اور مشائخ کونسل کے زعماء کے ساتھ پاکستان کے سفیر واجد شمس الحسن سے ملنے کے لئے سفارت خانہ جانے کا پروگرام بنا، ہر چند کچھ دوستوں نے سمجھایا کہ بے نظیر کے زمانے میں شاہی نوادرات چوری کرنے کی سعادت واجد صاحب کے حصے میں آئی۔ آپ کو وہاں جانے سے کچھ نہیں ملے گا لیکن میں چونکہ جمالیاتی آدمی ہوں ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں موصوف سے ملنے ایک بھاری وفد لے کر حاضر ہو گیا۔ شرمندگی ہوئی کہ چین کے بادشاہ کی طرح ہمارا میزبان لڑکھڑاتے ہوئے بری حالت میں اپنی مسند کی زینت بنا۔ سگار سلگایا حالانکہ برطانیہ میں دفاتر میں تمباکو نوشی ممنوع ہے۔ چھوٹتے ہی وفد کی تواضع فرمائی آپ کیوں آئے ہیں؟ آپ سے ابھی ابھی تو میں مل چکا ہوں، آپ دوبارہ آ گئے ہیں بلکہ سہ بارہ آ گئے ہیں، آخر کیوں؟ وفد کے اراکین سمجھ گئے کہ موصوف کا سر چکرا رہا ہے، ہوش میں نہیں۔ غلطی ہوئی ہمیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ ہم نے استحکام پاکستان کے لئے اپنے میزبان کو ہر طرح متاثر کرنے کی کوشش کی لیکن محسوس یہی ہوا جیسے ہم پاکستان کے اندر برطانوی سفیر سے ملنے آئے ہیں۔ کیا پاکستان کے اندر بھی منصبوں پر فائز لوگ ایسے ہی ہیں؟ مستحکم پاکستان کا خواب کون شرمندہ تعبیر کرے گا؟

معزز سفیر نے ایک شفقت ضرور فرمائی کہ "بلٹ پروف کار کا پرمٹ" دینے کا عندیہ بخشا، اس پر میں نے ان کی خدمت میں عرض کی:

جو بچھ گیا ہو کوچۂ دیوارِ یار میں
اس بوریے پہ تختِ سلیماں نثار ہو

پیر سید منور شاہ نے خاندانی قرض چکایا اور فرمایا "ہم خیرات لینے تو نہیں آئے" پاکستان کی خاطر آئے ہیں۔ محسن ملت نے ایک شفقت اور فرمائی اور کہا کہ سوات کے دہشت گرد بھی مسلمان ہیں اور آپ بھی مسلمان ہیں۔ قاضی عبدالعزیز چشتی نے مخاطب فرمایا اور کہا ان معزز لوگوں کو میں ساتھ لا کر شرمندہ ہوا ہوں، شائد چائے کے گھونٹ نے سر درد کے چکر ختم کئے تو آپ نے پر تپاک لہجے میں خوش آمدید کہا۔ موصوف کی خندہ روئی نے نماز کا فلسفہ سمجھا دیا۔

"قعدہ میں بیٹھے بیٹھے جب مسلمان نماز سے باہر آتا ہے تو دائیں بائیں سلام کرتا ہے۔ فلسفہ یہ ہے کہ پہلے وہ خدا کے پاس ہوتا ہے جب وہاں سے معرفت کی خوشبوئیں لے کر واپس لوٹتا ہے تو ساتھیوں کو سلام دیتا ہے۔

واجد صاحب پھر بہت دیر کے بعد ہم سے توجہ کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور بڑی پر فخر گفتگو کی:

وہ اچھے آدمی ہیں انہوں نے ہمیں یہ کہہ کر الوداع کیا کہ ہم استحکام پاکستان کے خادم ہیں ہم نے اسی طرح ملک کی خدمت کرنی ہے۔

سفارت خانہ میں قائداعظم ۔۔۔ علامہ اقبال کا پاکستان یاد آیا ۔۔۔ پیر جماعت علی شاہ یاد آئے ۔۔۔ پیر مانکی کی تذکیرات نے جھنجوڑا ۔۔۔ لگتا ہے وطن کے پاس صرف تاریخ رہ گئی ہے زیادہ تر منصبوں پر مغز سے خالی لوگ فائز ہیں ۔۔۔ فوج آپریشن میں مصروف ہے لیکن سوال یہ ہے ۔۔۔ ذہنوں، سوچوں، دلوں اور کردار کا آپریشن کون کرے گا ۔۔۔ مذہبی کارکن اس وقت تین سرحدوں پر مارے جا رہے ہیں کچھ کو یہودی اور عیسائی مار رہے ہیں، ان سے جو بچ گئے انہیں دیسی اور ولیتی انگریز ہلاک کر رہے ہیں، ان سے جو بچ گئے وہ مجنونوں کی طرح آپس میں لڑ لڑ کر مر رہے ہیں۔

قاسم! حکمرانوں اور محبِ وطن عوام کے درمیان فاصلے حائل ہوگئے ہیں، اللہ میرے وطن کی حفاظت کرے۔

قارئین!

میں چاہتا تو یہ تھا کہ حروف میں یادوں کی روشنی کو ادھر ہی سمیٹ لوں۔ مزے کی ایک اور بات لکھنے کو مل گئی۔ میں بڑے شاہ جی کے مزار پر حاضری کے لئے مسجد کے عقبی راستے سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک اجنبی آدمی مزار مبارک کے دروازے پر کھڑا تھا، آج کل ہمیں حکم یہی ملا ہے کہ ہم ہر نئے آدمی سے تفتیش ضرور کرتے ہیں یہ کون ہے؟ کدھر سے آیا ہے؟ اور اس کے آنے کا مقصد کیا ہے؟ پوچھا تو اس زائر نے برہمگی اور استغناء کے ملے جلے لہجے میں جواب دیا میں شاہ جی کا مرید ہوں۔ بھئی آپ کہاں بیعت ہوئے؟ کہا میں سکاٹ لینڈ کے ایک شہر میں شاہ جی کا بیعت ہوا۔ میں نے دلچسپی لی اور انہیں ساتھ لے آیا اور حجرہ میں بیٹھا کر چائے پیش کی اور عرض کی شاہ جی کی کوئی بات سنائیں، فضیلت، کرامت یا کوئی اور جس کی وجہ سے تم ان کے بیعت ہوگئے۔

میرے مہمان نے کہا نہ ہی پوچھتے تو اچھا تھا۔ شاہ جی شام کے وقت ساحل سمندر کی سیر کرنے کے لئے نکلے اور میں اس وقت اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ گھوم رہا تھا۔ شاہ جی سے میری شناسائی نہیں تھی۔ ایک وجیہہ، خوبصورت اور باوقار تشخص رکھنے والے مسلمان نے مجھے صرف نظروں سے نوازا، مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ نظروں سے صرف نظریں ملی تھیں وہ شخص میرے دل میں کھب سا گیا۔ دوسرے دن میں اس کی تلاش میں مسجد جا پہنچا اور محفل میں ایک دوسرے انداز میں نگاہوں نے مجھے طہارت کی خیرات دی اور میں گذشتہ روز کی شرمندگی کے تصور سے جھک سا گیا اور شاہ جی میری حالت اور میری کمزوری سمجھ گئے۔ آپ نے تقریر میں ایک قصہ سنایا مجھے تو یاد نہیں "تقریب سخن" کا بہانہ کیا تھا لیکن شاہ جی کی باتوں باتوں میں مجھے یقین دلا دیا مجھے سب کچھ بھول گیا ہے، پھر اطہر نے وہ قصہ سنایا اور ساتھ ہی کہا میں اپنا اصل نام آپ کو نہیں بتاؤں گا شاید اس طرح میرا عیب لوگوں سے پوشیدہ رہے۔

شاہ جی نے تقریر میں فرمایا تھا:

اشعب ایک بہت بڑے بزرگ عالم اور محدث گذرے ہیں آپ سے کسی نے کہا اللہ نے آپ کو جلیل القدر صوفیاء اور محدثین کی صحبت نصیب کی ہے، کیا اچھا ہو کسی پاکیزہ صحبت کی یاد تازہ ہو جائے، آپ اپنے سیکھے ہوئے علم سے کچھ ہمیں بھی سکھا دیں۔

چنانچہ آپ محفل میں بیٹھ گئے اور حدیث بیان کرنا شروع کی میں نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ سے حدیث سنی:

خلتان لا یجتمعان فی مؤمن

"دو عادتیں کسی ایمان والے میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتی"

حدیث کا یہ ٹکڑا سنایا اور پھر آپ خاموش ہوگئے۔

لوگوں نے پوچھا:

جناب وہ دو عادتیں کون سی ہیں۔۔۔؟

اشعب فرمانے لگے:

ایک عکرمہ بھول گئے تھے اور دوسری مجھے بھول گئی ہے۔۔۔؟

شاہ جی نے یہ بات بیان کرنے کے بعد فرمایا ہم ناقص لوگ ہیں اگر کاملین کا عالم یہ ہے کسی حکمت کی وجہ سے بات وہ کر دی اور فرمایا ایک عکرمہ بھول گئے اور ایک میں بھول گیا۔

بیٹے اگر اچھی بات بھلائی جا سکتی ہے تو فضول باتیں ذہن سے نکالی جا سکتی ہیں بلکہ کسی کو بنانے کے لئے عیب پوشی حضور ﷺ کی سنت ہے۔

یہ باتیں کرتے ہوئے میں اور اطہر گھل مل گئے تھے۔ اطہر جب مجھ سے رخصت ہوا تو کہہ رہا تھا میں نے شاہ جی میں کوئی کرامت نہیں دیکھی، ان کی عظمت ان کی محبت میں ہے، وہ عام انسانوں میں رہتے ہیں اور سب سے قریب رہ کر ہی حضور ﷺ کا قرب عطا کر دیتے ہیں۔

شاہ جی کی محبتوں کا راز یہ ہے کہ وہ دوسروں کی زندگی پرسکون، پرمسرت اور خوشگوار بنانے کے لئے ہمہ دم متحرک رہتے ہیں۔

اللہ ان کا سایہ ہم پر سلامت رکھے۔

☆☆☆

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

علامہ محمد دین سیالوی ارضِ وطن کے معروف عالم دین ہیں اس وقت انگلینڈ کے مشہور شہر نیلسن میں دین متین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے دانشِ حجاز کے نام سے انبیاء، صلحا اور دانشورانِ ملت کے ایمان افروز اقوال اکٹھے کئے ہیں۔ سبق آموز اقوال پر ان کے زریں اور با معنی تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبانِ حال سے کہی ہوئی باتیں قارئین دلیل راہ کی نذر کی جاتی ہیں۔ (چھٹا حصہ)

محمد دین سیالوی

85: عشرة من المغرورين

قيل عشرة من المغرورين :

احدهم :من ايقن ان الله جل جلاله خالقه ولا يعبده .

والثانی :من ايقن ان الله جل جلاله رازقه ولا يطمئن به.

والثالث :من ايقن ان الدنيا زائلة ويعتمد عليها.

والرابع :من ايقن ان الورثة اعداهوويجمع لهم.

والخامس :من ايقن ان الموت آت فلا يستعدله.

والسادس :من ايقن ان القبرمنزله فلا يعمره.

والسابع :من ايقن ان الديان يحاسبه فلا يصحح حجته .

والثامن :من ايقن ان الصر اط ممره فلا يخفف ثقله.

والتاسع :من ايقن ان النار دار الفجار فلا يهرب منها .

والعاشر :من ايقن ان الجنة دار الابرارفلا يعمل لها.

دس آدمی فریب خوردہ ہیں

کہا گیا ہے کہ دس آدمی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں:

☆ جسے یقین ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کا خالق ہے، مگر اس کی عبادت نہیں کرتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ اللہ جل جلالہ اس کا رازق ہے مگر وہ مطمئن نہیں ہوتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ دنیا فانی ہے اور پھر بھی اسے ہی سب کچھ سمجھتا ہے۔

☆ جسے یقین ہے کہ ورثاء اس کے دشمن ہیں اور پھر بھی انہیں کے لئے دنیا جمع کرنے میں لگا ہوا ہے۔

☆ جسے یقین ہے کہ موت آنے والی ہے لیکن اس کے لئے تیاری نہیں کرتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ اس کا آخری ٹھکانا قبر ہے لیکن اسے آباد نہیں کرتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ حاکم (مطلق) اس سے پائی پائی کا حساب لے گا مگر اپنے حساب درست نہیں رکھتا۔

☆ جسے یقین ہے کہ پل صراط اس کی گزرگاہ ہے لیکن اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا نہیں کرتا ۔

☆ جسے یقین ہے کہ دوزخ بدکاروں کا ٹھکانہ ہے لیکن اس سے بھاگتا نہیں۔

☆ جسے یقین ہے کہ جنت نیک لوگوں کی آرام گاہ ہے لیکن اس کے لئے نیک عمل نہیں کرتا۔

(روح البیان جلد اول صفحہ ۴۲)

86: امهات الخطايا ثلاث

امهات الخطايا ثلاث :الحرص والحسد والكبر فحصل من هو لا ء ست فصارت تسعا :الشبع والنوم والراحة وحب المال وحب الجاه وحب الرياسة.

گناہوں کی مائیں تین ہیں:

تمام گناہوں کی اصل تین چیزیں ہیں: لالچ، حسد (بدخواری) تکبر، پھر ان چھ سے تین اور پیدا ہوتی ہیں اور کل نو بن جاتی ہیں:

پیٹ بھر کے کھانا

نیند کا غلبہ

آرام کا دلدادہ ہونا

مال کی محبت

جاہ ومنصب کی محبت

حکومت کی محبت (روح البیان جلد اول صفحہ ۳۹)

87: العلماء العالمون وامة محمد ﷺ

العلماء العاملون ارأف بامة محمد من ابائهم وامهاتهم واشفق عليهم ،لان اباهم وامهاتهم يحفظونهم من نار الدنيا والعلماء يحفظونهم من نار الا خرة واهو الها .

باعمل علماء اورامت محمدیہ:

باعمل علماء امت محمدیہ کے لئے ان کے والدین سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہیں، کیونکہ ماں باپ انہیں دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں جبکہ علماء انہیں آخرت کی آگ اوراس کے خطرات سے بچاتے ہیں۔(ارشادالعباد صفحہ:۱۴)

تبصرہ:

علماء اپنی قوم وملت کا دماغ ہیں،ان کا قول وفعل تعمیر ملت کا سنگ بنیاد ہوتا ہے۔لوگ مذہبی معاملات میں علماء کی آنکھوں سے دیکھتے ،علماء کے کانوں سے سنتے اورانہی کے دماغ سے سوچتے ہیں۔شریعت اسلامیہ میں علماء کا وجود ضروری قرار دیا گیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: والتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف" اور(ہدایت کے لیے ضروری ہے کہ)تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جولوگوں کو نیکی کی طرف بلایا کرے اور نیک کاموں کا حکم دیا کرے"(آل عمران:۱۰۴) طائفة لیتفقهوا فی الدین "ایک جماعت ہونی چاہیے جو دین کے علم کا فہم پیدا کرے"(التوبہ:۱۲۲)یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام کو مسلمانوں میں بہت بلند اور عظیم الشان مقام ومرتبہ حاصل ہے۔سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے جانشین ہیں، نبی کریم بلکہ تمام پیغمبران عظام کا بنیادی منصب معلم اور عالم تھا۔حدیث پاک میں ہیں:فضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثة الا نبیاء وان الا نبیاء لم یورثوا دینار ا ولا درهما وانما ورثو االعلم" عالم کو عابد پرایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت چاند کوتمام ستاروں پر ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں اورانبیاء کا ورثہ درا ہم و دنانیر نہیں بلکہ علم ہے"۔نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشادفرمایا کہ عالم دین سے مصافحہ کرنا میرے ساتھ مصافحہ کرنا ہے، عالم باعمل کے پیچھے نماز پڑھنا میرے پیچھے نماز پڑھنا ہےاور عالم دین سے ملاقات میرے ساتھ ملاقات کے مترادف ہے۔ایک اورحدیث پاک میں ہے الدنیا ملعونة ،ملعون ما فیها ،الا ذکر الله ،وما والله ،وعالما أو متعلما "دنیااوراس میں جوکچھ ہے ملعون ہے ،مگر(چندچیزوں کے اور وہ یہ ہیں)اللہ تعالیٰ کا ذکر،اس کی اطاعت اور عالم دین یا طالب علم"۔آخر میں قرآن پاک کی ایک آیت پیش خدمت ہے"انما یخشی الله من عباده العلماء" اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اس سے ڈرتے ہیں"۔(فاطر:۲۸)

حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے تین باپ ہیں،والد،سسراوراستاد(علماء)اوراستادسب سے بہترین باپ ہیں،سب سے زیادہ شفیق،مہربان اور محسن،کیونکہ والدین انسان کو بلندیوں سے پستیوں کی طرف اورروحانی دنیا سے مادی دنیا میں کھینچ لاتے ہیں جبکہ استادہمیں خاک سے اٹھا کرہم دوش ثریا کردیتا ہے،والدجسم کی پرورش کرتا ہےاوراستادروح کی۔

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر
جس کی صنعت ہے روح انسانی

(علامہ اقبال)

جس طرح ہرگروہ اور جماعت میں اچھے اور برے افراد کا پایا جانا قدرتی امر ہے،اسی طرح علماء کی جماعت بھی علماء حق کے ساتھ علماسوء کا وجود بھی ایک حقیقت ہے۔ان کا ذکر مناسب جگہ پرآئے گا۔امت کی یہ ذمہ داری ہے کہ علماء حق اور سوء میں امتیاز کریں اور پھر علماء حق کی حمایت کریں اوران سے فائدہ اٹھائیں اور علماء سوء سے نفرت کریں اوران کے شر سے بچیں۔

88:خمس لاتکون فی المنافق

روی عن رسول الله ﷺ انه قال :(خمس لاتکون)فی المنافق :الفقه فی الدین والورع باللسان والبسمة فی الوجه،والنور فی القلب ، والمودة فی المسلمین)

منافق میں پانچ چیزیں نہیں پائی جاسکتیں

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: پانچ چیزیں منافق میں نہیں پائی جاسکتیں: دین کی سمجھ،زبان کا تقوئی، چہرے پر مسکراہٹ، دل میں نور،مسلمانوں کی محبت۔(تنبیہ الغافلین صفحہ:۲۱۵)

89:قاطعا لذة الدنیا

قال ابراهیم النیمی علیه الرحمة:شیان قطعا عنی لذة الدنیا:ذکر الموت والوقوف بین یدی الله.

دنیا کی لذت ختم کرنے والی دو چیزیں:
حضرت ابراہیم تیمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذت ختم کردی ہے
☆ موت کی یاد نے
☆ (حساب وکتاب کے لئے) بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہونے کے تصور نے۔

تبصرہ:
قرآن وحدیث کی نصوص اور بزرگان دین کے اقوال میں ہمیں بار بار موت کو یاد کرنے اور بارگاہ الٰہی میں جوابدہی کے لئے تیار رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ موت کو یاد کرنے اور بارگاہ الٰہی میں حاضری کا تصور جمانے سے دلوں میں خوف خدا، آخرت کے افکار، خدمت خلق اور اطاعت خدا اور رسول کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور موت کو بھول جانے سے انسان سنگ دل، عیاش، لذت پرست، خود غرض، نافرمان اور دنیا کا پجاری بن جاتا ہے، حدیث پاک میں موت کے لئے "ھاذم اللذات" "لذتوں کو توڑنے والی کہا گیا ہے۔

90: چار چیز که در گنج خدا نیست
عن ابی یزید البسطامی علیه الرحمة قال: کا بدت العبادة ای اتبعت نفسی فیها ثلاثین سنة. فرأیت قائلا یقول: یا ابا یزید خزائنه مملوقا العاد فان اردت الوصول الیه فعلیک با لذلة والا حتقار والا خلاص فی العمل، قال ابو یزد

چار چیز آورده شاه که در گنج تو نیست
نیستی وحاجت وجرم وگناه آورده ام

چار چیزیں جو خدا تعالیٰ کے خزانے میں نہیں ہیں:
ابو یزید بسطامی کہتے ہیں کہ تیس سال تک میں نے عبادت وریاضت کی مشقتیں برداشت کیں اور نفس کشی کی۔ ایک دن میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اے ابو یزید اللہ جل جلالہ کے خزانے عبادت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر تو اسے پانا چاہتا ہے تو ذلت وزاری اختیار کر اور اپنے عمل میں اخلاص پیدا کر۔ اسی بنا پر ابو یزید بسطامی نے عرض کی:
اے شاہا: تیری بارگاہ میں چار چیزیں لایا ہوں جو تیرے خزانے میں نہیں۔ نیستی، حاجت، جرم، گناہ۔
(روح البیان جلد اول صفحہ ۷۷)

91: فی الصمت سبعة الاف خیر
قال بعض الحکماء: فی الصمت سبعة الاف خیر، وقد اجتمع ذالک کله فی سبع کلمات، فی کل کلمة منها الف:
اولها: ان الصمت عبادة من غیر عناء.
والثانیه: زینة من غیر جلی.
والثالث: هیبت من غیر سلطان.
والرابع: حصن من غیر حائط.
والخامسة: الا ستغناء عن الاعتذار الی اجد.
والسادة: راحة الکرام الکاتبین.
والسابعة: ستر لعیوبه. ویقال: الصمت زین للعالم وستر للجاهل،

خاموشی میں سات ہزار بھلائیاں ہیں:
کسی دانا نے کہا ہے کہ خاموشی میں سات ہزار بھلائیاں ہیں اور یہ ساری سات کلمات میں جمع ہوگئی ہیں، ہر کلمہ میں ایک ہزار بھلائیاں پائی جاتی ہیں:
☆ خاموشی محنت ومشقت کے بغیر عبادت ہے۔
☆ خاموشی بغیر زیور کے خوبصورتی ہے۔
☆ خاموشی اقتدار اور بادشاہت کے بغیر رعب ودبدبہ ہے۔

☆خاموشی بغیر چار دیواری کے قلعہ ہے۔
☆خاموش رہنے والے کو کسی سے معذرت نہیں کرنا پڑتی۔
☆اعمال لکھنے والے فرشتوں کے لئے باعث راحت ہے۔
☆بندے کے عیوب کو ڈھانپنے والی ہے۔
کہا جاتا ہے کہ خاموشی عالم کے لئے زینت اور جاہل کے لئے پردہ پوش ہے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۱۷)

92:من یکذب علی الحمار عسی ان یکذب علی الرسول.

ذکر عن الا مام احمد علیہ الرحمۃ انہ سمع بحدیث عند عالم فی دمشق مسافرمن بغداد الیہ فلما وصل دمشق سئال أحمد عنہ،فدل علیہ فلما قرب من بیتہ وجدہ خارجا من بیتہ یقو د حمارۃ وقد کان حمالا فرفض الحمار ان یمشی ،فحاول جرہ او سوقہ فا بی فجمع جبتہ ورفعھا للحمار لیوھم الحمار ان فیھا شعیرا أو نحوہ فتبعہ الحمار.

فتبین للامام أحمد علیہ الرحمۃ ان الجبۃ خالیۃ مافیھا شی ء فترک أحمد ھذا العالم ولن یسالہ عن الحدیث حیث تبین لہ کذبہ علی الحمار.

جو گدھے کے ساتھ جھوٹ کا معاملہ کرسکتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی جھوٹ منسوخ کرسکتا ہے۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمۃ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے سنا کہ دمشق میں ایک عالم (محدث) کے پاس ایک حدیث ہے۔انہوں نے (اس حدیث کے لئے) بغداد سے دمشق کا سفر کیا۔دمشق پہنچ کر امام صاحب نے اس عالم کے بارے میں پوچھا تو آپ کو اس کی رہائش گاہ کا بتایا گیا۔جب آپ اس کے گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا وہ گھر سے باہر اپنے گدھے کو کھینچ رہا ہے۔وہ بار برداری کا کام کرتا تھا،گدھے نے چلنے سے انکار کردیا۔اس نے اسے کھینچنے اور ہانکنے کی ہرممکن کوشش کی مگر بے سود۔آخر اس نے اپنے جبے کو سمیٹا اور گدھے کی طرف اٹھایا تاکہ گدھا یہ سمجھے کہ اس میں جو یا اس طرح کی کوئی اور چیز ہے۔(گدھے نے یہ دیکھا) تو اس کے پیچھے چل پڑا۔

امام احمد کو پتہ چلا کہ جبہ تو خالی تھا اور اس میں کوئی چیز نہیں تھی تو انہوں نے اس عالم کو (ملنے کا ارادہ) ترک کردیا اور اس سے حدیث کے بارے میں پوچھا تک نہیں کیونکہ ان کے سامنے اس نے گدھے کے ساتھ جھوٹ کا معاملہ کیا تھا۔ (ارشاد العباد صفحہ:۱۳۸)

تبصرہ:

حضرت امام احمد کے اس عمل میں ان لوگوں کے لئے سامان عبرت ہے،جو احادیث کی ثقاہت کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احادیث نبی کریم ﷺ کے وصال سے تقریباً دو سوسال بعد جمع کی گئی ہیں لہٰذا قابل اعتبار نہیں۔اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ علماء نے احادیث کتنے عشق وشغف اور حزم واحتیاط سے جمع کی ہیں۔ایک ایک حدیث کے لئے سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کیا اور جہاں غلطی کا ذرہ بھر شائبہ ہوا حدیث کو ہی چھوڑ دیا۔

94:حق الولد علی ابویہ

قال الحکماء:حق الولد علی ابویہ ثلاثۃ:ان یسمیاہ با سم حسن عند الولا دۃ وان یختناہ وان یعلماہ القرآن والعلم والا دب.

بیٹے کا والدین پر حق:

حکماء نے کہا ہے کہ بیٹے کے والدین پر تین حق ہیں:
☆ولادت پر اچھا نام رکھیں
☆لڑکے کا ختنہ کرائیں
☆قرآن اور علم وادب سکھائیں۔ (روح البیان جلد اول صفحہ:۸۰)

تبصرہ:

اولاد اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور شجر انسانیت کا پھل اور پھول ہے،موت کے بعد انسان فنا کی وادیوں میں گم ہو جاتا ہے،اور اگر اس کا کوئی دھندلا سا نشان باقی رہ جاتا ہے تو وہ اس کے اعمال صالحہ اور اولاد ہے لہٰذا والدین کو اولاد کی اس اہمیت کو سمجھنا چاہیے اور ان پر پوری توجہ دینی چاہیے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ اولاد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔انہوں نے فرمایا

اے امیر المومنین! اولاد ہمارے دلوں کے پھل اور ہماری طاقت کے ستون ہیں اور ہم ان کے لئے پامال زمین (ضعیفی میں ان کی محتاج) اور بارش برسانے والے آسمان ہیں (یعنی اپنی عقل و تجربہ سے انہیں فائدہ پہنچانے والے سرپرست ہیں) اور ہم ان کے ذریعے بڑے بڑے لشکروں پر فتح پاتے ہیں، پس اگر وہ تم سے کچھ طلب کریں (یعنی جائز مطالبات) تو عطا کرو اور اگر وہ غصہ ہوں تو ان کو راضی کرو۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی محبت تم کو عطا کریں گے، یعنی تم سے محبت رکھیں گے اور بتقاضائے محبت تمہارے لئے اپنی پوری کوشش صرف کریں گے اور تم ان پر بھاری بوجھ نہ بنو کہ وہ تمہاری زندگی سے تنگ ہو کر موت کو پسند کرنے لگیں اور تمہارے پاس آنا مکروہ سمجھیں۔

اولاد کے جو حقوق یہاں بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے سب سے پہلا حق یہ ہے کہ والدین بچے کا اچھا عمدہ اور بامعنی نام رکھیں، کیونکہ نام انسان کی شخصیت کا عکاس ہوتا ہے، زندگی پر اس کے گہرے اثرات ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ روز قیامت لوگ اپنے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکارے جائیں گے، لہٰذا اچھے نام رکھے جائیں۔ ایسے نام نہ رکھے جائیں جن کا معنی اچھا نہ ہو، نبی کریم ﷺ ایسے نام پسند نہیں فرماتے تھے اور انہیں تبدیل فرمادیتے تھے۔ مسیب کے والد نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ نے نام پوچھا، اس نے کہا حزن (سخت زمین) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم نرم زمین ہو، اس نے کہا کہ میں اپنے والد کا رکھا ہوا نام تبدیل نہیں کرسکتا۔ مسیب کہتے ہیں کہ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے بعد ہمارے گھر میں سختیاں ہی رہیں۔ بچوں کے ناموں میں آج کل بڑی جدت طرازیاں ہو رہی ہیں۔ بعض دفعہ فیشن کے شوق میں بالکل مہمل اور لغو نام رکھ دیئے جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، اس کے علاوہ انبیاء علیہ السلام، صحابہ ؓ اور بزرگان دین اور بالخصوص نبی رحمت ﷺ کی نسبت سے نام رکھنا اچھی بات ہے۔ اچھا یہ ہے کہ خاندان کے کسی بڑے بزرگ یا متقی عالم دین سے نام رکھوایا جائے۔

دوسرا حق لڑکے کا ختنہ کرنا ہے، ختنہ اسلام کا شعار اور انبیاء کی سنت ہے۔ مستحب یہ ہے کہ ختنہ ولادت کے ساتویں دن کیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن ؓ اور حضرت حسین ؓ کا ختنہ ساتویں دن کروایا تھا۔ تاہم بلوغ سے پہلے کسی وقت بھی کروالیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

بچوں کا تیسرا حق علم و ادب سکھانا ہے۔ قرآن، حدیث کی تعلیم اور اچھی تربیت والدین پر اولاد کا حق ہی نہیں بلکہ والدین کے لئے عبادت، صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات اور شفاعت بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے والدین کو اس پر ابھارا ہے اور عمل کرنے والوں کے لئے بشارتیں بھی سنائی ہیں، اس سلسلہ کی چند احادیث درج ذیل ہیں۔

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اکرمو ا اولادکم واحسنو اادبھم "اپنی اولاد کا اکرام و احترام کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔"

ایک اور حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے نیک اور صالح اولاد کو والدین کے لئے صدقہ جاریہ قرار دیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے "والدین بچوں کو جو تحائف اور عطیات دیتے ہیں ان میں سے سب سے بہترین تحفہ اچھا اخلاق اور اچھی تعلیم ہے"۔

مادیت پرستانہ تہذیب مغرب کا نمائندہ beethoven بھی یہی کہہ رہا ہے۔

Recommend to your children virtue, that alone can make happy, not gold.

اپنے بچوں کو زر نہ دو بلکہ نیکی کی ہدایت کرو صرف نیکی ہی مسرت دے سکتی ہے۔ حکماء کا کہنا ہے خیر الاشغال تھذیب الا اطفال بہترین مشغلہ اور مصروفیت بچوں کی تربیت اور ان کو حسن ادب سکھانا ہے۔ ادب تہذیب سکھانے سے مراد جدید تہذیب کی بدتمیزیاں نہیں بلکہ اسلامی طرز معاشرت اور اخلاق و ادب ہیں۔ مثلاً آداب ملاقات، بات کرنے کا طریقہ، بڑوں کے آداب، چھوٹوں پر شفقت، اسلامی طریقہ پر کھانا پینا، لباس پہننا اور برے اخلاق مثلاً جھوٹ، غیبت، اور چوری وغیرہ سے بچوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنا۔

سب سے اہم وہ حدیث شریف ہے، جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس کے ماتحت کچھ لوگ ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا۔ حکمران ریاست کے باشندوں کے بارے میں جواب دہ ہوں گے، اساتذہ اپنے شاگردوں کے بارے میں اور والدین سے اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جن لوگوں کی اولادیں بری سوسائٹی کا شکار ہو چکی ہیں، ان کے بچے اور بچیاں شب و روز لہو و لعب میں ڈوبے رہتے ہیں، اپنی جوانیاں شراب و شباب کی نذر کر رہے ہیں، ملحد اور لادین عناصر ان سے دولت ایمان اور لذت سعی و عمل چھین رہے ہیں اور وہ خاموش تماشائی بنے ٹھنڈے پیٹوں سب کچھ برداشت کر رہے ہیں، ان کی جبینوں پر غیرت ایمانی کی کوئی شکن ابھرتی ہے اور نہ ان کے دل خوف خدا سے کانپتے ہیں، انہوں نے کبھی سوچا کہ کل میدان محشر میں رب ذوالجلال کے غضب کا سامنا کیسے کریں گے اور اس کے لرزا دینے والے سوالوں کا جواب کیسے دیں گے؟

بعض اپنے ضمیر کو احساس جرم کی صلیب سے رہائی دلانے کے لئے طفل تسلیوں سے کام لیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہمارا کیا قصور؟ ہم نے اپنی اولادوں کی اچھی پرورش کی، انہیں ہر طرح کی سہولتیں اور آسائشیں فراہم کیں، سکول بھی بھیجا، اب وہ گمراہ ہوتے ہیں تو اس کے ذمہ دار ہم نہیں بلکہ وہ خود ہیں یا انہیں گمراہ کرنے والے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے بچوں کو جو سہولتیں فراہم کی ہیں وہ منفی ہیں، ہماری الماریاں مخرب اخلاق لٹریچر سے بھری پڑی ہیں، ہمارے گھروں میں حیاسوز ویڈیوز اور آڈیوز کے انبار لگے ہوئے ہیں، ہمارے ڈرائنگ روم کسی ہندو تہذیب کا منظر پیش کرتے ہیں۔ بلیوں، بندروں، کتوں اور انسانی بتوں سے ہم گھروں کی سجاوٹ کرتے ہیں۔ اکبرالہٰ آبادی کے دور میں کالج بچوں کو قتل کرتے تھے، علامہ اقبال کے دور میں مدرسے ان کے گلے گھونٹتے رہے اور اب یہ فریضہ والدین ادا کر رہے ہیں۔ سکول کی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی بچے کی فطرت سلیمہ مسخ ہو چکی ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ آخری ذمہ داری بہرحال والدین پر عائد ہوتی ہے، لٹیرے تو لٹیرے ہوتے ہیں وہ کب ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں، شاعر نے بڑی اچھی بات کی ہے، والدین اس سے عبرت حاصل کریں:

نہ ادھر ادھر کی تو بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

94 ثلاثة فی ظل عرش الله جل جلاله یوم القیامة

قال رسول الله ﷺ ثلاثة في ظل عرش الله جل جلاله یوم القیامة : امرأة مات عنها زوجها وترک علیها یتامی صغار افخطبت فلم تتزوج وقالت اقوم علی یتامی حتی یغنیهم الله جل جلا له او یموت (یعنی الیتیم اوحی)ورجل له مال صنع طعاما فاطاب صنعته وأحسن نفقته فدعا علیه الیتیم والمسکین ورجل وصل الرحم یو سع له فی رزقه ویمد له فی اجله ویکون تحت ظل عرش ربه)

تین انسان قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین انسان قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے عرش کے سائے تلے ہوں گے (اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف تین آدمی عرش کے سائے میں ہوں گے بلکہ یہ تین صفات ہیں جتنے لوگوں میں یہ پائی جائیں گی وہ عرش کے سائے میں جگہ پائیں گے وہ تین ارب بھی ہو سکتے ہیں اور کم وبیش بھی):

وہ عورت جس کا شوہر مر جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے ہوں، اسے نکاح کے لئے کہا جائے لیکن وہ یہ کہہ کر انکار کر دے کہ میں اپنے یتیم بچوں کی پرورش کروں گی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کو سنبھالنے کے قابل ہو جائیں یا مر جائیں یا وہ عورت مر جائے۔

وہ آدمی جو اپنے مال سے اچھا کھانا تیار کرے اور یتیموں اور مسکینوں کو کھلائے۔

وہ انسان جو صلہ رحمی کرے، اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں برکت عطا کی جائے گی اور قیامت کے دن اپنے رب کے عرش کے سائے میں ہوگا۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۸۹)

95: کیف الوقایة من شر الشباب

نظر عمر بن الخطاب ﷺ الی شباب فقال: (یاشاب ان وقیت شر الثلاثة فقد وقیت شر الشباب :شر تعلقک وذبذ بک وقبقبک)

جوانی کے شر سے کیسے بچا جائے؟

سیدنا عمر بن خطاب ﷺ نے ایک نوجوان کو دیکھا تو فرمایا: اے نوجوان! اگر تو تین چیزوں کے شر سے بچ جائے تو جوانی کے شر سے بچ جانے گا، زبان کے شر سے، شرم گاہ کے شر سے، پیٹ کے شر سے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ: ۲۱۸)

تبصرہ:

جوانی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہے اگر اس کی قدر کی جائے اور اسے صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ قرب الٰہی کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو توبہ سب سے زیادہ پسند ہے وہ جوانی کی توبہ ہے اور جو نوجوان جوانی میں توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر فرشتوں میں فخر کرتا ہے اور اگر اس کی حفاظت نہ کی جائے تو یہ خونخوار بھیڑیئے اور زہریلے سانپ سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس کا زہر سرطان کی طرح پوری زندگی میں سرایت کر جاتا ہے۔ جوانی کا شر تین دروازوں سے داخل ہوتا ہے۔ زبان، شرم گاہ اور پیٹ، یہ دروازے بند ہو جائیں تو آدمی کسی حد تک محفوظ ہو جاتا ہے۔ آج کل نوجوان جوانی کی اس اہمیت سے غافل ہیں۔ وہ اسے مٹی میں رول رہے ہیں اکثریت کی گفتار لایعنی اور کردار بے ہودہ ہے، آپ کہیں بھی دو چار نوجوانوں کو باتیں کرتے سنیں آپ کا جی چاہے گا کہ وہاں سے بھاگ

جائیں یا کانوں میں روئی ٹھونس لیں۔ سنجیدگی ووقار، اخلاق وکردار اور غیرت وحمیت نام کی کوئی چیز آپ کو نظر نہیں آئے گی۔ سر عام ایک دوسرے کو ماں بہن کی گالی دینا، غلیظ اور گندے مذاق کرنا، آتی جاتی خواتین کو گھورنا اور ان پر آوازے کسنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ تاہم ان مادیت گزیدہ اور پر آشوب حالات میں بھی ایسے نوجوان ہیں جو اشک سحر گاہی سے وضو کرتے ہیں ان کی جوانیاں محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کے لیے وقف ہیں۔ یہی امت مسلمہ کے سچے وارث اور مستقبل کے نقیب ہیں۔

جوانی زندگی کا بہترین دور ہے انسان چاہے تو جوانی میں اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکتا ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو مشہور زمانہ نصیحتیں کی تھیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی تھی: (اے بیٹے! جوانی میں دونوں جہان کے کام سنوار لو) اس ضمن میں فارسی کا ایک مشہور شعر پیش خدمت ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ ہے ورنہ بڑھاپے میں تو بڑے بڑے ظالم توبہ کر لیتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ عجز ہوتا ہے جسے توبہ کا نام دے دیا جاتا ہے۔ شعر ملاحظہ فرمائیں:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

96۔ما ینتظر بازّرع اذابلغ؟

قال الحسن علیه الرحمة لجلسائه: (یامعشر الشیوخ ما ینتظر بالزّرع اذابلغ؟) قالوا: (الحصادُ) قال: (یامعشر الشباب فانّ الزّرع قد تدرکه الآ فة قبلان یبلغ)

جب کھیت پک جائے تو کس چیز کا انتظار کیا جاتا ہے؟

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ نے حاضرین مجلس سے فرمایا: (اے بوڑھے لوگو! بتاؤ جب کھیتی پک جائے تو کس بات کا انتظار کیا جاتا ہے) انہوں نے عرض کیا: (کاٹنے کا) پھر آپ نے نوجوانوں سے فرمایا: (اے نوجوانو! خوب سمجھ لو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کھیتی پکنے سے پہلے ہی کوئی آفت اور بلا آجاتی ہے جس سے وہ کھیتی تباہ وبرباد ہو جاتی ہے) (روح البیان جلد: اول صفحہ: ۱۰۵)

تبصرہ:

مراد یہ ہے کہ جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو موت کے بالکل قریب چلا جاتا ہے، کسی وقت بھی اس کی زندگی کا چراغ گل ہو سکتا ہے لہٰذا اسے غافل نہیں ہونا چاہیے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ موت کے لئے بوڑھا ہونا ضروری ہے۔ جوانی میں بھی موت آ سکتی ہے، کچھ پھول بن کھلے بھی مرجھا جاتے ہیں۔

97:بکاء الارض

قال بعض العلماء علی قول الله تعالیٰ (فما بکت علیهم السماء والارض و ما کانوا منظرین) الدخان: ۲۹) ان الارض لتبکی علی رجل و تبکی من رجل، تبکی علی من یعمل علی ظهرها بطاعة الله و تبکی ممن یعمل علی ظهرها بمعصية الله فقد اثقلها.

زمین کا رونا:

بعض علماء نے اللہ جل جلالہ کے اس قول (پھر آسمان رویا اور نہ زمین، اور نہ ہی ان کو مہلت دی گئی) کے بارے میں کہا ہے: زمین کسی آدمی کی جدائی (موت) پر روتی ہے اور کسی آدمی کے وجود (زندگی) پر روتی ہے۔ جو زمین کی پیٹھ پر اللہ جل جلالہ کی اطاعت کرے، زمین اس کی جدائی پر روتی ہے اور جو شخص زمین کی پیٹھ پر اللہ جل جلالہ کی نافرمانی کرے وہ اس کے وجود پر روتی ہے اور اسے بوجھ سمجھتی ہے۔

(ارشاد العباد ص:۱۹)

تبصرہ:

جب اللہ جل جلالہ کے کسی نیک بندے کی موت آتی ہے تو زمین وآسمان، جن وانس، نباتات وحشرات اور شجر وحجر سب روتے ہیں، کیونکہ بندہ خدا کا وجود ان کے لئے رحمت تھا اور جب کوئی فاسق وفاجر مرتا ہے تو تمام مخلوق خوش ہوتی ہے کہ اچھا ہوا اس کا منحوس سایہ ہم سے اٹھ گیا اور اس کی وجہ سے جو مصائب وآلام ہم پر ٹوٹتے تھے ان سے ہم محفوظ ہو گئے۔ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ مستریح ہے یا مستراح منہ ہے۔ صحابہ کرام ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! مستریح اور مستراح منہ کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو یہ نیک اور فرمانبردار تھا تو مستریح ہے یعنی دنیا کے قید خانے سے رہائی حاصل کر کے جا رہا ہے اور اگر بدکردار، ظالم اور سرکش تھا تو مستراح منہ ہے یعنی اہل دنیا نے اس سے چھٹکارا پا لیا ہے۔

98. فا نی رأیت أمی لا تو قد الحطب الکبار الا ومعه الخطب الصغار

روی عن مالک بن دینار علیه الرحمة انه مر یو ما علی صبی وهو یلعب با لتراب یضحک تارة ویبکی أخری، قال فهممت ان اسلم علیه فامتنعت نفسی تکبرا فقلت یا نفس کان النبی ﷺ یسلم علی الصغار والکبار فسلمت علیه فقال: وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته یا مالک ابن دینار رحمة الله علیه فقلت: من این عر فتنی ولم تکن رأتنی فقال: حیث التقت روحی بروحک فی عالم الملکوت عرف بینی وبینک الحی الذی لا یموت فقلت: ما الفرق بین القل والنفس؟ قال: نفسک التی منعتک عن السلام وعقلک الذی بعثک علیه فقلت: ما بالک تلعب بهذا التراب فقال: لا نا منه خلقنا ولیه نعود فقلت: ارأ تضحک تار قوتبکی اخریٰ قال: نعم اذا ذکرت عذاب ربی بکیت واذا ذکرت رحمته ضحکت فقلت: یا ولدی ای ذنب لک حتیٰ تبکی فقال: یا مالک لا تقل هذا فا نی رأیت أمی لا توقد ا لحطب الکبار الا ومعه الحطب الصغار .

میں نے اپنی امی جان کو آگ جلاتے دیکھا ہے کہ وہ بڑی لکڑیوں کے ساتھ چھوٹی لکڑیاں بھی ڈالتی ہیں۔

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ایک لڑکے کے پاس سے گزرا جو مٹی کے ساتھ کھیل رہا تھا، کبھی ہنستا اور کبھی روتا تھا۔ کہتے ہیں: (میں نے ارادہ کیا کہ اسے سلام کروں لیکن میرے نفس نے مجھے تکبر دلا کر روکا (کہ تو بڑا ہے، تیرے لئے اس چھوٹے بچے کو سلام کرنا درست نہیں) میں نے کہا: (اے نفس! تجھے معلوم نہیں نبی کریم ﷺ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کہتے تھے) پس میں نے لڑکے کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا لڑکے نے جواب دیا: (وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اے مالک بن دینار) میں نے اسے کہا: تو نے مجھے کیسے پہچان لیا حالانکہ اس سے پہلے تو نے مجھے دیکھا تک نہیں؟) اس نے کہا: (روزِ میثاق جب میری روح تمہاری روح سے ملی تھی تو اللہ نے میرا اور آپ کا تعارف کرا دیا تھا) میں نے کہا: (بیٹے عقل اور نفس میں کیا فرق ہے؟) اس نے کہا: (تمہارا نفس وہ ہے جس نے تمہیں سلام سے روکا تھا اور عقل وہ ہے جس نے تمہیں سلام پر ابھارا تھا) میں نے کہا: (پھر مٹی سے کیوں کھیل رہا ہے؟) اس نے جواب دیا: (کیونکہ ہم اسی سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔) میں نے کہا: (کیا وجہ ہے تم کبھی ہنستے ہو اور کبھی روتے ہو؟) اس نے کہا: (جب اللہ کا عذاب یاد کرتا ہوں تو رونے لگ جاتا ہوں اور جب رحمتِ الٰہی پر نظر کرتا ہوں تو ہنسنے لگ جاتا ہوں) میں نے کہا: (بیٹے! تو تو گناہوں سے پاک ہے پھر رونے کا کیا مطلب؟) اس نے کہا: (اے مالک! ایسے نہ کہو میں نے اپنی امی جان کو دیکھا ہے وہ بڑی لکڑیوں کو آگ لگانے کے لئے پہلے چھوٹی لکڑیاں ڈالتی ہیں) (روح البیان جلد اول صفحہ ۱۱۲)

99. ان آدم علیه السلام أوصیٰ ابنه شیشا علیه السلام بخمسة اشیاء

ان آدم علیه السلام أوصیٰ ابنه شیشا علیه السلام بخمسة اشیاء ، وأمره ا ن یو صی بها أولاده من بعده :

اولها: قل لا ولا دک: لا تطمئنو ا با لدنیا فا نی اطمأ ننت با لجنة البا قیة ،فلم یر ض منی ، وأخرجنی منها .

والثانی: لا تعملو ابهویٰ نسائکم ،فانی عملت بهویٰ امرأتی وأکلت من الشجرة فلحقتنی الندامة .

والثالث: کل عمل ترید ونه فا نظرو ا عاقبته ، فانی لو نظرت عاقبة الأمر لم یصبنی ماأ اصابنی

والرابع: اذا اضطرب قلوبکم بشیء فا جتنبو ه ، فانی حین أکلت من الشجرة اضطرب قلبی فلم ارجع فلحقنی الندم .

والخامس: استشیرو فی الا مور ،فانی لو شاورت الملا ئکة لم یصبنی ماأ صابنی .

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سیدنا شیث کو پانچ باتوں کی وصیت کی اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے بعد اپنی اولاد کو بھی یہ وصیت کریں۔

☆ اپنی اولاد کو کہو: دنیا پر مطمئن نہ ہوں، میں باقی رہنے والی جنت پر مطمئن ہوا تو اللہ مجھ پر ناراض ہو گیا اور مجھے جنت سے نکال دیا۔

☆ اپنی عورتوں کی خواہشات پر عمل نہ کریں، میں نے اپنی بیوی کی خواہش پر عمل کیا اور درخت سے کھایا تو مجھے ندامت ہوئی۔

☆ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اس کے انجام پر غور و فکر کر لینا، میں اگر انجامِ کار پر نظر کر لیتا تو میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ نہ ہوتا۔

☆ جب کسی چیز سے تمہارا دل پریشان ہو تو اس سے رک جانا، میں نے جب شجرِ ممنوعہ کھانے کا ارادہ کیا تو میرا دل پریشان ہوا تھا لیکن میں نہیں رکا، لہٰذا ندامت اٹھانا پڑی۔

☆ تمام معاملات پر مشاورت کرنا، میں اگر فرشتوں سے مشاورت کر لیتا تو مجھ پہ جو گزری اس سے بچ جاتا۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۲۲۴)

100. مکتوب المنصور الی الامام جعفر الصادق ﷺ

كتب المنصور الى الامام جعفر الصادق ﷺ يقول له (الا تزورنا يزورنا الناس) فاجابه: (ليس لنا من الدنيا ما نخافك عليه، ولا عندك من الآخرة ما نرجوه منک، ولا انت بنعمة فنهنيک بها ولا في بقمة فنعزيک)

فكتب اليه المنصور (تصحبنا لتنصحنا) فقال (من يطلب الدنيا لا ينصحک، و من يطلب الآخرة لا يصحبک.)

خلیفہ منصور کا خط حضرت امام جعفر صادق ﷺ کی طرف:

خلیفہ منصور نے حضرت امام جعفر صادق ﷺ کو خط لکھا اور کہا: (جس طرح دوسرے لوگ ہماری زیارت اور ملاقات کو آتے ہیں، آپ کیوں نہیں آتے؟) آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: (ہمارے پاس دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بارے میں تم سے ڈریں اور تمہارے پاس آخرت کی کوئی ایسی چیز نہیں جس کی تم سے امید رکھیں۔ نہ ہی تمہیں کوئی نعمت ملی ہے کہ مبارکباد دیں اور نہ ہی تم پر کوئی مصیبت پڑی ہے کہ تعزیت کو آئیں)۔

منصور نے جواب میں آپ کو لکھا: (ہمیں نصیحت کرنے کو ہی ہمارے پاس آجائیں) آپ نے فرمایا: (جو دنیا کا طالب ہے تمہیں نصیحت نہیں کرے گا اور جو آخرت کا طالب ہے تمہارے پاس نہیں آئے گا)۔ (ارشاد العباد: صفحہ: ۱۳۹)

تبصرہ:

تیرا غرور سمایا ہے اس قدر دل میں
کہ آنکھ بھی نہ ملاؤں جو بادشاہ ملے

(داغ دہلوی)

101. سليمان بن عبد الملک وابو حازم ﷺ ان سليمان بن عبد الملک مر بالمدينة وهو يريد مكة فاقام بها أيا مافقال: (هل بالمدينة أحد أدرک أحدا من اصحاب النبي ﷺ) قالوله: (ابو حازم) فا رسل اليه فلما دخل عليه قال له: (يا ابا حازم اما هذا الجفاء) قال له ابو حازم: (ياامير المؤمنين اوأى جفاء رأيت منى) قال: (أتاني وجوه أهل المدينة ولم تأتني) قال: (يا امير المؤمنين اعيذک با الله ان تقول ما لم يكن، ما عرفتني قبل هذ اليوم ولا أنا رأيتک) فا لتفت سليمان الىٰ محمد بن شهاب الزهري فقال: (أصاب الشيخ وأخطاب) قال سليمان: (يا ابا حازم امالنا نكره الموت) فقال: (لا نكم خربتم الآخرة وعمرتم الدنيا فكرهتم أن تنقلو من العمر ان الىٰ الخراب) قال: (أصبت ياابا حازم افكيف القدوم غدا علىٰ الله) قال: (أما المحسن فكا لغائب يقدم علىٰ أهله وأما المسيءُ فكا لآ بق يقدم علىٰ مو لاه) فبكى سليمان وقال: (ليت شعرى ما لنا عند الله) قال: (اعرض عملک علىٰ كتاب الله) قال: (وأى مكان اجده) قال: (ان الا برار لفى نعيم وان الفجار لفى جحيم) (الا نفطار: ۱۳) قال سليمان: (فاين رحمة الله يا ابا حازم؟) قال: (ان رحمة الله قريب من المحسنين) (الأعراف: ۵۶) قال له سليمان: (فأى عباد الله أكرم؟) قال: (ألو المروة والنهى) قال له سليمان: (فأى الأ عمال أفضل؟) قال: (أداء الفرائض مع اجتناب المحارم) قال سليمان: (فأى الدعاء اسمع؟) قال: (دعا المحسن اليه للمحسن) فقال: (أى الصدقة أفضل؟) قال: على السائل البائس وجهد المقل ليس فيها من ولا أذى) قال: (فأى القول أعدل؟) قال: (قول الحق عند من تخافه او ترجوه) قال: (فأى المومنين أكيس؟) قال: (رجل عمل بطاعة الله ودل الناس عليها) قال: (فأى المومنين أحمق؟) قال: (رجل انحط فى هو ئ أخيه وهو ظالم فباع آخرته بدنيا غيره) قال سليمان: (أصبت، فما تقول فيما نحن فيه؟) قال: (يا امير المومنين اعفني) قاله سليمان: (لا ولكن نصيحة تلقيها الى) قال: (ياامير المؤمنين ان اباء ک قهرو الناس بالسيف وأخذو اهذا الملک عنوة علىٰ غير مشورة من المسلمين ولا رضا هم حتىٰ قتلو منهم مقتلة عظيمة فقد ار تحلو اعنها فلو شعرت ما قالوا وما قيل لهم) قال رجل من جلسائه: (بئس ما قلت يا ابا حازم) قا ل ابو حازم: (كذبت ان الله أخذ ميثا ق العلماء لتبيننه للناس ولا تكتمونه) قال سليمان: (فكيف لنا أن نصلح؟) قال: (تدعون الصلف وتتمسكون با لمرؤة تقسمون با لسوية) قال له سليمان: (كيف لنا با لما خذ) قال: (تأخذ ه من حله وتضعه فى أهله) قال له سليمان: (هل لک يا ابا حازم أن تصحبنا ونصيب منک) قال: (أعوذ با الله) قال: (لما ذالک؟) قال: (أخشى أن اركن اليكم شيئا قليلا فيذيقنى

الله ضعف الحياة وضعف الممات ،قال له : (ارفع الينا حوا ئجک) قال: (تنجینی من النار وتدخلنی الجنة) قال له سلیمان :(لیس ذالک الی) قال ابو حازم :(فما لی الیک حاجة غیرها) قال : (فا دعُ لی) قال ابو حازم :اللهم ان کان سلیمان ولیک فیسره لخیری الدنیا والآ خرة وان کان عدوک فخذ بنا صیته الٰی ما تحب وترضٰی) قا ل له سلیمان:(عظنی) قال ابو حازم: (قداوجزت ان کنت من اهله وان لم تکن من اهله فما ینبغی ان ارمی عن قویس لیس لهاوتر(قال له سلیمان:(اوص) قال: (ساوصیک واوجز عظم ربک ونزهه أن یراک حیث نهاک أو یفقدک من حیث أمرک ،فلما خرج من عنده بعث الیه بما دینار وکتب ا ن انفقها ولک عندی مثلها فردها الیه وکتب الیه یا امیر المؤ منین !اعیذ ک با الله أن یکون سؤالک ایای هز لا أوردی علیک بد لا ما ارضا ها لک فکیف لنفسی ،فا ن کانت هذا المائة دینارعو ضا لما حد لث ونصحت فالمیتة والدم ولحم الخنزیر فی حال الا ضطرار أحل من هذ أ وان کانت لحق لی فی بیت المال فلی فیها نظرا ءُ ، فان ساویت بیننا والا فلیس لی فیها حاجة .

سلیمان بن عبدالملک اور حضرت ابوحازم ﷺ

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مکہ مکرمہ جارہا تھا ،راستے میں چند دن مدینہ شریف میں قیام کیا ،اس نے (لوگوں سے) پوچھا: (کیا مدینہ شریف میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے صحابہ کرام ﷺ کی زیارت کی ہو؟)لوگوں نے بتایا: (ابوحازم ہیں)اس نے انہیں بلا بھیجا، جب حضرت ابوحازم تشریف لائے (توخلیفہ اوران کے درمیان مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی)۔

سلیمان: اے ابوحازم یہ کیسی جفا ہے؟

ابوحازم: اے امیر المومنین میں نے کون سی جفا کی ہے؟

سلیمان: مدینہ کے بڑے بڑے لوگ مجھے ملنے آئے ہیں لیکن آپ نہیں آئے۔

ابوحازم: خدارا، خلاف واقعہ بات نہ کہو، آج سے پہلے نہ آپ مجھے جانتے تھے نہ میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ سلیمان نے ساتھ بیٹھے ہوئے محمد بن شہاب زہری کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا: شیخ نے سچ کہا ہے اور آپ غلطی پر ہیں۔

سلیمان: اے ابوحازم! کیا وجہ ہے ہم موت کو ناپسند کیوں کرتے ہیں؟

ابوحازم اس لئے کہ تم نے آخرت خراب کردی ہے اور دنیا کی تعمیر میں لگے رہے ہو۔ اب آباد جگہ کو چھوڑ کر ویرانے میں جانا تمہیں شاق گزرتا ہے۔

سلیمان: اے ابوحازم! تم نے ٹھیک کہا، اب بتایئے کل اللہ کی بارگاہ میں پیشی کیسے ہوگی؟

ابوحازم: اگر نیک ہے تو ایسے آئے گا جیسے سفر پر گیا ہوا آدمی اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آتا ہے (تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے) اور اگر برُا ہے تو ایسے آئے گا جیسے بھاگا ہوا غلام (ڈرتا اور جھجکتا ہوا) اپنے آقا کے پاس لوٹتا ہے۔

سلیمان: روتے ہوئے ، نامعلوم اللہ کے ہاں ہمارا کیسا معاملہ ہوگا؟

ابوحازم: اپنے اعمال کتاب اللہ پر پیش کرو (معاملہ واضح ہوجائے گا)۔

سلیمان: قرآن کے کس مقام پر؟

ابوحازم: ”بے شک نیک لوگ بہشت کی نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں۔“

سلیمان: اے ابوحازم ! اللہ کی رحمت کہاں گئی؟

ابوحازم: ”اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہے۔“

سلیمان: اے ابوحازم اللہ کے ہاں کون سا بندہ مکرم ترین ہے؟

ابوحازم: مروت اور عقل والا۔

سلیمان: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟

ابوحازم: فرائض کی ادائیگی اور محارم سے بچنا۔

سلیمان: کون سی دعا زیادہ مستجاب ہے؟

ابوحازم: جس پر احسان کیا جائے اس کی دعا احسان کرنے والے کے لئے۔

سلیمان: کون سا صدقہ افضل ترین ہے؟

ابوحازم: بخت مفلس سائل کو مال قلیل میں سے صدقہ دے کر احسان نہ جتانا اور نہ ہی اسے ایذاء دینا۔
سلیمان: کون سا قول اچھا ہے؟
ابوحازم: جس سے تو ڈرتا ہے یا جس سے تیری کوئی امید وابستہ ہے، اس کے سامنے کلمۂ حق کہنا۔
سلیمان: کون سا مؤمن اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عقل مند ہے؟
ابوحازم: وہ آدمی جو اللہ کی اطاعت کرے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دے۔
سلیمان: کون سا مؤمن احمق اور بیوقوف ہے؟
ابوحازم: وہ شخص جو اپنے بھائی کی خواہشات نفسانیہ پر ٹوٹ پڑے حالانکہ وہ ظالم ہے۔ یہ ایسا احمق ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت بیچ رہا ہے۔
سلیمان: بہت خوب! لیکن ہمارے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟
ابوحازم: اے امیر المؤمنین اس بارے میں مجھے معاف رکھیئے۔
سلیمان: (نہیں ضرور بتانا پڑے گا) یہ آپ کی طرف سے میری طرف نصیحت ہوگی۔
ابوحازم: اے امیر المؤمنین: تیرے آباء نے لوگوں پر تلوار اٹھائی اور تشدد کیا۔ مسلمانوں کے مشورے اور رضا کے بغیر یہ ملک ظلماً چھینا، بہت قتل وغارت کی یہاں تک کہ لوگ ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ کیا تو جانتا ہے کہ انہوں نے کیا کہا اور ان کے بارے میں کیا کہا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا: اے ابوحازم! تم نے غلط بیانی کی ہے۔
حضرت ابوحازم نے فرمایا: تو جھوٹ بولتا ہے، اللہ نے علماء سے وعدہ لیا ہے کہ وہ سچ بات کہیں اور حق کو ہرگز نہ چھپائیں۔
سلیمان: اب ہم اپنی اصلاح کس طرح کریں؟
ابوحازم: غرور اور شیخی چھوڑ دو، مروت اختیار کرو اور برابر تقسیم کرو۔
سلیمان: ہم مال کہاں سے حاصل کریں (اور کہاں دیں)؟
ابوحازم: حلال مال کما کر حقداروں کو دو۔
سلیمان: اے ابوحازم! کیا آپ ہمارے ساتھ قیام کر سکتے ہیں تاکہ ہم آپ سے نصیحت حاصل کریں؟
ابوحازم: خدا کی پناہ! (یہ کیسے ہو سکتا ہے؟)
سلیمان: وہ کیوں؟
ابوحازم: میں ڈرتا ہوں کہ (اس صحبت سے) میں تمہاری طرف تھوڑا جھک جاؤں جس سے مجھے دنیا وآخرت کی رسوائی اٹھانا پڑے۔
سلیمان: اپنی ضروریات ہی ہمیں بتا دیں (تاکہ ہم آپ کی مدد کر سکیں۔)
ابوحازم: مجھے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کرا دیجئے۔
سلیمان: یہ تو میں نہیں کر سکتا۔
ابوحازم: اس کے علاوہ میری آپ سے کوئی حاجت نہیں۔
سلیمان: میرے لئے دعا ہی کر دیں۔
ابوحازم: یا اللہ! اگر سلیمان تیرا دوست ہے تو اس کے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی کے دروازے کھول دے اور اگر تیرا دشمن ہے تو جس طرح تو چاہتا ہے اس کو پکڑ لے۔
سلیمان: کوئی وصیت کیجئے۔
ابوحازم: میں تمہیں مختصر وصیت کرتا ہوں، اللہ کو بہت بڑی ذات سمجھنا، جہاں سے اس نے روکا ہے وہاں کبھی نہ جانا اور جہاں اس کا حکم ہو وہاں سے کبھی غیر حاضر نہ ہونا۔ (یعنی اوامر ونواہی کی پابندی کرنا)۔
جب ابوحازم وہاں سے چلے گئے تو سلیمان نے سو دینار ان کی طرف بھیجے اور لکھا کہ انہیں خرچ کریں اور آپ کے لئے مزید اتنی رقم بھی میرے پاس ہے۔ حضرت ابوحازم نے وہ رقم اسے واپس کر دی اور لکھا کہ اے امیر المؤمنین میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں (کہ ایسا نہ کرو، یہ نہ ہو کہ) تمہارا مجھ سے سوال کرنا خوش طبعی اور میرا تمہیں جواب دینا تجارت بن جائے، جو چیز میں تیرے لئے پسند نہیں کرتا، اپنے لئے کیسے پسند کروں گا؟ اگر یہ سو دینار میری اس گفتگو اور نصیحت کا بدلہ ہیں تو مجبوری کے وقت مردار، خون اور خنزیر کا گوشت کھا لینا اس سے زیادہ بہتر

ہے اور اگر یہ بیت المال سے میرا حق مجھے مل رہا ہے تو مجھ جیسے اور بھی بہت حق دار ہیں، اگر ہم میں برابر تقسیم کرو (تو ٹھیک) ورنہ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ (روح البیان جلد اول صفحہ ۱۱۹، حلیۃ الاولیا، جلد سوم صفحہ ۲۷۱)

تبصرہ:

حضرت ابو حازم کی گفتگو مواعظ حسنہ سے لبریز ہے، ہر بات بڑی اہم ہے لیکن جو چیز سب سے نمایاں ہے وہ حضرت ابو حازم کی حق گوئی اور بے باکی ہے۔ موجودہ دور میں اس چیز کا شدید قحط ہے۔ چہرے دیکھ کر بات کی جاتی ہے، مخاطب کو دیکھ کر لہجے بدلے جاتے ہیں۔ عوام کے سامنے جو شیروں کے لہجے میں گرجتے اور بے دھڑک حق کہنے کے دعوے کرتے ہیں، حکمرانوں اور بالا دست طبقے کے سامنے روباہ صفت اور چاپلوس بن جاتے ہیں۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تخت سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

(باقی آئندہ)

☆☆☆

مہر جہاں تاب کی روشن کرنیں

عن انس ابن مالک قال قال لی رسول اللہ ﷺ
یبنی ان قدرت ان تصبح و تمسی ولیس فی
قلبک غش لاحد فافعل ذالک من سنتی و من
احیا سنتی فاحیالی و من احیانی کان معی فی
الجنۃ او کما قال النبی ﷺ (جامع ترمذی)

سید الیاس حسین شاہ

''حضرت انس سے روایت ہے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر ہو سکے تو صبح اور شام ایسے کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو ایسا کرنا میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا تو اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

الفاظ میں تفاوت:

اس حدیث شریف کو قاضی عیاض نے بھی شفا شریف میں بیان کیا ہے الفاظ میں تفاوت ہے۔ انہوں نے یہ روایت کیا کہ جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے پیار کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

انس ﷺ حدیث کے راوی:

حضرت انس ﷺ ہجرت سے دس سال پہلے مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ، ام سلیم مسلمان ہوگئیں تو انس ﷺ کے والد مالک ناراض ہو کر شام چلے گئے۔ ام سلیم نے ابو طلحہ سے شادی کر لی اس طرح انس ﷺ کی پرورش ابو طلحہ کے گھر ہوئی۔ ماں نے حضور ﷺ کے گھر خدمت کے لئے پیش کیا، اس طرح انس ﷺ خاندان نبوت کے خادم بن کر ابھرے۔ حضور ﷺ پیار سے انس ﷺ کو ''میرا بیٹا'' فرماتے۔ حمزہ ایک سبزی ہے۔ انس ﷺ جب یہ سبزی چنتے تو حضور ﷺ انہیں ابو حمزہ کہتے۔ پیار سے حضور ﷺ انہیں ''انیس'' بھی فرماتے۔ آپ نے دس برس تک رحمت عالم ﷺ کی خدمت کی۔ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا اخلاق عالیہ کہ آپ نے کبھی مجھے اف تک نہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کے دور میں آپ، بحرین میں مالی امور کے سربراہ بنے۔ دور عمر ﷺ میں ''بصری'' کے انتظامی امور آپ کے سپرد ہوئے۔ حضور ﷺ کے تبرکات سے آپ ہمیشہ مدد حاصل کرتے رہتے۔ کھانے میں کدو تلاش کر کے کھاتے صرف اس لئے کہ حضور ﷺ نے کدو پسند فرمائے ہیں۔ آخری دور میں امویوں نے آپ پر بڑے مظالم ڈھائے، یہاں تک کہ آپ کی گردن پر داغ دیئے گئے۔ علم کی محافظت کا جذبہ ہمیشہ پر جوش رہا۔ حضور ﷺ کا اسوۂ حسنہ انس ﷺ کے لئے چراغ ہدایت تھا۔ اسی کی روشنی میں آپ نے زندگی کا سفر فرمایا۔

آپ جب عہد نبوت کے واقعات بیان فرماتے دل میں ایک ٹیس اٹھتی جس سے بے چینی کی ایک دردناک کیفیت سے آپ دوچار ہو جاتے پھر آپ حضور ﷺ کے تبرکات نکال لیتے۔ ہاتھوں سے چھوتے، آنکھوں پر رکھتے، بوسے دیتے اس طرح دل کو تسکین ہوتی۔

کتنا عظیم آدمی تھا کہ زندگی کے ہر خاکے میں جمال رسول کا رنگ بھر رکھا تھا۔

آپ کو جب بھی چھوٹے بچے نظر آتے سلام کرنے میں آپ پہل فرماتے اور پھر خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوتا کہ جب ہم چھوٹے ہوتے حضور ﷺ خود ہمیں سلام دیا کرتے۔

حضور ﷺ کی دعا تھی کہ آپ کی عمر ایک سو تین سال پائی اور مال میں کثرت کا انعام بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے محبوب شاگرد ثابت بنانی سے کہا کہ حضور ﷺ کا ''موئے مبارک'' میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ ۹۳ھ کو آپ کا پیمانہ عمر لبریز ہوگیا۔

حدیث میں خطاب:

حضور ﷺ نے حضرت انس ﷺ کو رشد و ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لئے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے میرے بیٹے''

تعلیم اور متعلم، مرشد اور مسترشد، مراد اور مرید میں جب تک قرب کا علاقہ اور نسبت نہ قائم ہو جائے طالبین میں تبدیلی کا عمل رونما نہیں ہو سکتا۔ حضور ﷺ کا یہ عظیم اخلاق تھا کہ ہر صحابی اپنے آپ کو حضور ﷺ سے سب سے زیادہ قریب محسوس فرماتے اور رحمت عالم ﷺ بھی تلقینات اور نصائح کا نور سینوں اور روحوں میں منتقل کرنے کے لئے طالبین کو اپنے انعامات قرب سے نوازتے۔

حضور ﷺ نے تو جس کو ''ابو ہریرہ'' کہہ دیا تاریخ کے صفحوں پر اس ہستی کے اصل نام سے زیادہ حضور ﷺ کی عطا کردہ کنیت چمک پائی، تو اس بچے کے مقدر کا اندازہ خود لگایئے جسے حضور ﷺ نے فرمایا ''اے میرے بیٹے''۔

یہ حدیث بتلاتی ہے کہ بچوں کی تربیت کرتے ہوئے ایسے اسالیب اور لہجے اختیار کئے جائیں جن سے بچہ آپ کو اپنا محسن، مربی، مصلح اور پیار کرنے والا محسوس کرے۔ ایسے الفاظ، خطابات و تیرے اور اخلاق ہرگز نہ اپنائے جائیں جن سے روحانی بعد کے صحرا، بدیوں، بداخلاقیوں اور بگاڑ کا ذریعہ بن جائیں۔

باپ بیٹا ہونا

پیر اور مرید ہونا

استاد اور شاگرد ہونا

فیض یار اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب دھیان اس طرف رہے کہ "بعد" سے بچنا ہے اور قرب کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ دوریاں ناسور ہیں اور قرب ہی روحانی منزل ہے اور اسی منزل تک پہنچنے کے لئے "طیب الکلام" اور اچھی زبان بہترین ذریعہ ہے۔

دلوں میں کھوٹ نہ رہے:

حدیث تعمیر آدمیت کے دروازوں پر دستک دیتی ہے، شعور اور آگہی کا نصاب قائم کرتی ہے، رشد و ہدایت کے چراغ روشن کرتی ہے، بغض اور محبت کا ایک معیار اور میزان عطا کرتی ہے۔ سب سے بُرا دل وہ ہے جس میں کھوٹ ہو، غش ہو، نفرت ہو اور سب سے اچھا دل وہ ہے جس میں محبت ہو، چاہت ہو، پیار ہو۔ دلوں کو سمندروں کی طرح کھلا رکھنا سنت نبوت ہے۔ لوگوں کو دلوں میں جذب کر لینا وظیفہ رسالت ہے۔ پاکیزہ نفس منہاج ہدایت ہے اور حضور ﷺ کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ صبح شام یہ وظیفہ جاری رہنا چاہیئے کہ دلوں میں کہیں کھوٹ نہ آئے جائے اور صحیح بات یہ ہے کہ نفرتوں کے خلاف یہ خوبصورت جہاد ہے۔

الفاظ کا دروبست:

حدیث میں الفاظ کا دروبست ملاحظہ ہو:

تصبح، تمسی، قدرت، فافعل، ذالک، من اور پھر سنتی

الفاظ پہلے مخاطب کو متکلم سے قریب کرتے ہیں، قرب کی اس جمالیاتی منزل کے بعد مخاطب میں ایک احساس پیدا کیا جاتا ہے۔ ایسا احساس جس کی گرفت افکار و اعمال پر صبح بھی محکم ہو اور شام میں بھی مضبوط ہو۔"

قدرت

یہ ملکوتی لہجہ نفوس کو صاف طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے ایک وہ جنہیں خود پر گرفت حاصل ہو اور دوسرے وہ جو بے گرفت ہوں۔ نبوت کی اعجاز نگاہی پہلے قسم کے لوگ پیدا کرتی ہے، جو تقویٰ اور محبت کی راہوں میں پہاڑوں سے زیادہ مضبوط اور آسمانوں سے زیادہ بلند ہوں۔

فافعل

ایسا کلمہ جس کی رگوں میں بجلی کی لہریں محسوس ہوتی ہے۔ قوت عملی ہی اصل میں جوہر انسانیت ہے۔ نصاب تربیت کے دلوں میں کھوٹ نہ آئے۔ نصاب عمل کبھی اس دستور کو عملیت کا جامہ پہناتا ہے اور جمالیاتی نور بستہ ہواؤں کو رکنے نہیں دینا۔ تزکیہ اور تحریک تزکیہ دونوں کو منشور بنا کر زندگی بسر کرنی ہے۔"

ذالک من سنتی

صاف دل صاف اعمال کے لئے محرک ثابت ہوتا ہے، اس لئے حضور ﷺ نے دل کو صاف رکھنا اپنی سنت قرار دیا۔

غریب دوستی

انسانیت نوازی

عفو در گزر

تحمل و برداشت

صاف گوئی اور طیب الکلامی

سخاوت

کرم

بندہ پروری اور توسع

خوش کلامی اور خندہ روئی

یہ سب چیزیں عمدہ اخلاق ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ظروف دل صاف نہ ہوں اور یہ بھی کہ بعض کام کرنے بہت مشکل اور ثقیل ہوتے ہیں لیکن جب محبوب کی نسبت ان کا احاطہ کر لے تو کارگراں بھی آساں ہو جاتے ہیں۔ جمال شیریں ہی تیشہ فرہاد کی تیزی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ صاف دل رہنا اگرچہ مشکل کام ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کی سنت ہونا صعوبت کو سہولت میں بدل دیتا ہے۔

احیائے سنت ایک تحریک:

دلوں کو رحمت اور محبت کی آماجگاہ بنانا چاہئے۔ زندہ دلوں کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ اچھے کو اچھا جانتے ہیں اور برے کو برا سمجھتے ہیں، ایسے

دل اللہ تعالیٰ مومنوں کو عطا فرماتا ہے۔ شیخ اسکندری شاذلی فرماتے ہیں طاعت اور عبادت چھوٹ جانے پر رنجیدہ نہ ہونا اور برے افعال پر نادم نہ ہونا قلب کی موت ہے۔ دل کو جب اللہ کے ذکر کا عادی بنا دیا جائے تو اللہ عزّ سبحانہ اپنے نام کی برکت سے اسے ہر قسم کی کھوٹ سے صاف فرما دیتا ہے۔ دلوں کو صاف رکھنے کی سنت زندہ کرنا زندگی کے ہر شعبے میں سنت جاری کرنا ہے۔ احیائے سنت کو حضور ﷺ نے اپنی حیات اور اپنے زندہ ہونے سے تعبیر کیا ہے اور یہ بہت بڑی بات ہے۔

علامہ احمد بن زواق لکھتے ہیں:

دل کی تین قسمیں ہیں

۱۔ قلب مشروح — یہ دل مومنوں کا دل ہے۔

۲۔ قلب مزبوح — یہ منافقوں اور کافروں کا دل ہے۔

۳۔ قلب مجروح — یہ گناہ گار مومنوں کا دل ہے۔

صیغوں کا عدول:

حضور ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی۔ رحمت عالم ﷺ نے اپنی محبت کا راز اپنی پیروی اور اپنی اطاعت قرار دی اور پاکیزہ نفسی اور صاف دلی کی سنت کے احیاء کو جنت میں اپنی معیت کے انعام کے ساتھ جوڑ دیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آقا ﷺ کی معیت غلاموں کے لئے بہت بڑا انعام ہے۔

☆☆☆

دینی مسائل اور ان کا حل

"مسائل دین و دنیا" کے عنوان کے تحت قارئین کرام کے ان سوالات کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیے جاتے ہیں جو کارزارِ حیات میں مختلف اعمال و افعال کی بجا آوری کے دوران انسانی ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر ذہنی و روحانی الجھنوں کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کو بھی کوئی الجھن درپیش ہو یا ذہن کے نہاں خانے میں کوئی سوال پیدا ہو کر پریشان کر رہا ہو تو فوراً لکھیے۔ آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سوال کا شافی و کافی جواب دیا جائے گا۔

محمد لیاقت علی مفتی

سوال:۔ وضو کرنے کی صورت میں اگر نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو کیا تفویت نماز سے بچنے کے لیے تیمم کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے؟ (حافظ محمد افضال: اسلام آباد)

جواب:۔ اگر کوئی آدمی نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے پہنچا دیکھا کہ نماز جنازہ ہونے والی ہے وضو کی گنجائش نہیں ہے تو وہ تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو سکتا ہے، مگر یاد رہے کہ ''ولی میت'' کو یہ اختیار بھی حاصل نہیں ہو گا یعنی وہ تیمم نہیں کر سکتا بلکہ وضو ہی کرے گا کیونکہ وہ نمازِ جنازہ کو مؤخر کروا سکتا ہے، بخلاف عام آدمی کے کہ وہ چاہے بھی تو تاخیرِ نمازِ جنازہ نہیں کروا سکتا لہٰذا اسے اختیارِ تیمم حاصل ہو گا۔

یہی مسئلہ عید کی نماز کا بھی ہے کہ اگر کسی کو نمازِ عید کے رہ جانے کا خوف ہو تو وہ بھی فوری طور پر تیمم کر کے نمازِ عید میں شریک ہو سکتا ہے۔ وجہ اختیار یہ ہے کہ نمازِ عید اور نمازِ جنازہ جماعت کے بغیر بھی نہیں ہوتیں اور ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد دہرائی بھی نہیں جا سکتیں اور نہ ہی ان کی قضا ہوتی ہے البتہ یہ بات خصوصی طور پر ذہن نشین رہے کہ موجودہ دور میں اکثر و بیشتر نمازِ عید مساجد میں ادا کی جاتی ہے اور ایک ہی علاقے کی مختلف مساجد میں اوقاتِ نماز مختلف متعین ہوتے ہیں لہٰذا اگر کوئی آدمی کسی ایک مسجد میں وضو کر کے نمازِ عید ادا نہیں کر سکتا تو وہ دیگر مساجد کا بھی جائزہ لے گا اگر اس علاقے کی کسی دوسری مسجد میں شامل ہونے کا امکان ہو تو بھی تیمم جائز نہ ہو گا بلکہ وضو ہی کرنا ہو گا۔

مسئلے کی تیسری جہت فرض نماز یا نماز جمعہ ہے تو خوب یاد رہنا چاہیے کہ وقتی فرض نماز یا نمازِ جمعہ کے لیے محض اس بنا پر تیمم کرنا جائز نہ ہو گا کہ وضو کرنے سے نماز فوت ہو جائے گی بلکہ لازم ہے کہ وضو کیا جائے اگر نماز مل گئی ادا کر لے ورنہ قضا کر لے۔ اس حوالے سے ھدایہ شریف کی عبارت ملاحظہ ہو:

ویتیمم الصحیح فی المصر اذا حضرت جنازہ و الولی غیرہ فخاف ان اشتغل بالطہارۃ ان تفوتہ الصلوٰۃ لانہا لا تقضٰی فیتحقق العجز وکذا من حضر العید فخاف ان اشتغل بالطہارۃ ان یفوتہ العید یتیمم لانہا لا تعاد.

یعنی تندرست آدمی شہر میں جنازہ آجانے کی صورت میں تیمم کر سکتا ہے اگر وہ ولی نہ ہو اور اسے طہارت میں مشغول ہو جانے کی صورت میں نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو کیونکہ اس کی قضا نہیں ہوتی سو مجبوری پائی گئی۔ اور ایسے ہی وہ شخص جو عید کے لیے آیا تو اسے خوف ہوا کہ طہارت میں مشغولیت تفویت نماز کا باعث ہو گی تو وہ بھی تیمم کر سکتا ہے، کیونکہ نمازِ عید بھی دہرائی نہیں جاتی۔

فقہ حنفی کی ایک اور معروف کتاب شرح وقایہ میں وجوہِ جوازِ تیمم پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے فرمایا:

او خوف فوت صلوۃ العید فی الابتداء .... او صلوۃ الجنازۃ لغیر الولی لا لفوت الجمعۃ و الوقتیۃ لان فوتہما الی خلف وھو الظھر و القضاء.

''تیمم کرنا جائز ہے نمازِ عید کے ابتداً فوت ہو جانے کی صورت میں'' پھر آگے فرماتے ہیں غیر ولی کے لئے نماز جنازہ رہ جانے کے خوف سے مگر جمعہ اور وقتی نمازوں کے رہ جانے کے خوف سے تیمم جائز نہیں کیونکہ ان دونوں (جمعہ و فرض) کا قائم مقام موجود ہے اور وہ جمعہ کی صورت میں ظہر اور وقتی فرض کی صورت میں قضا ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسی قسم کے سوال کے جواب میں فرمایا:

''بے وضو کوئی نماز نہیں ہو سکتی۔ عیدین یا جنازہ کی نماز جاتی رہنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرے، جمعہ و پنجگانہ کے لئے وضو کرنا لازم ہے اگرچہ جمعہ و جماعت فوت ہو جائے''۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال:۔ ۱۵ دن پہلے میرے والدین کا آپس میں جھگڑا ہوا۔ والد صاحب نے غصے کے عالم میں میری والدہ سے کہا ''میں آپ کو طلاق دیتا ہوں'' یہ الفاظ تین سے چھ مرتبہ تک دہرائے گئے۔ چند محلّے داروں کے علاوہ والدہ صاحبہ بذاتِ خود، میرا بڑا بھائی اور میری چھوٹی بہن بھی موقع کے گواہ ہیں۔ ہمیں بتائیں کہ

۱:۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو گئی؟

۲:۔ اگر ہو گئی تو کون سی طلاق ہے؟

۳:۔ بصورت علیحدگی بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری کس کی ہے؟ (عمران طالب: مصریال روڈ، راولپنڈی)

جواب: صورت مذکورہ میں چونکہ ''میں آپ کو طلاق دیتا ہوں'' کے الفاظ بار بار دہرائے گئے لہٰذا پہلی تین مرتبہ سے ہی طلاق مغلظ واقع ہو گئی اور آپ کی والدہ آپ کے والد صاحب کے لیے حرمت غلیظہ کے ساتھ حرام ہو گئیں۔ اب رجوع کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ رہا معاملہ نان نفقہ کا تو دوران عدت بیوی کے نان نفقہ کا تو بلا شک و شبہ خاوند ہی ذمہ دار ہے البتہ بچوں کے خرچ کے حوالے سے دیکھا جائے گا اگر تو اولاد محتاج اور ضرورت مند ہے تو ان کا خرچ ان کے والد کو برداشت کرنا چاہیے لیکن اگر وہ بذاتِ خود مال و اسباب رکھتے ہوں تو لازم نہیں

ہے۔البتہ اگران کے خرچ کے حوالے سے میاں بیوی کے درمیان باہم رضامندی سے کوئی معاملہ طے پا چکا ہے تو اسی کے مطابق عمل ہوگا۔
اگر اولاد سمجھتی ہے کہ وہ ضرورت مند ہے تو وہ اپنے جائز خرچ کا مطالبہ ادب واحترام کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنے والد سے کرسکتی ہے۔
اگر باپ نہ مانے تو بذریعہ عدالت وہ اپنا حق لے سکتے ہیں۔اس حوالے سے یہ بات بھی خصوصی طور پہ ذہن نشین رہے کہ عدالت کا فیصلہ
ہونے تک کی مدت کا خرچ کسی بھی صورت میں باپ سے وصول نہیں کیا جاسکتا۔ہدایہ شریف میں ہے:

اذا قضي القاضي للولد والوالدين وذوي الارحام بالنفقةفمضت مدة سقطت الا ان ياذن القاضي بالاستدانة عليه

جب قاضی اولاد، والدین یاذوی الارحام کے لیے نفقہ کی ادائیگی کا فیصلہ دے دے تو گزری ہوئی مدت کا نفقہ ساقط ہوجائے گا مگر یہ
کہ قاضی نے اس کے نام پرلوگوں سے قرض لینے کی اجازت دی ہو تو ادائیگی قرض بھی اس کے ذمہ ہوگی۔

اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے ہدایہ شریف باب النفقہ اور فتاوی رضویہ جلد:۱۳ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

واللہ ورسولہ اعلم

☆☆☆

انگلینڈ کی ایک ٹھٹھرتی شام تھی۔ سید ارشد شاہ گیلانی کی دعوت پر برمنگھم ایک ہال میں علم اور ادب والے لوگ جمع ہوئے۔ محفل میں ایک مانوس سا چہرہ نظر آیا گھنی داڑھی، وجیہ شکل، خوش لباس اور خوش شکل سر پر ہزاروی عمامہ میں جیسے اس نوجوان میں کھو سا گیا۔ عبدالغفور ہزاروی کا تصویری عکس دیکھا تو ماضی جیسے کتاب بن گئی ہو۔ میں ابھی جدت سے قدامت کی طرف روحانی سفر جاری رکھے ہوئے تھے نوجوان نے آگے بڑھ کر مجھے چائے کی دعوت سے نوازا۔ مفتی محمد اقبال چشتی نے سفارش کی برکات احمد چشتی نوجوان عالم دین، علامہ محمد یوسف چشتی کے صاحبزادے نکلے۔ علامہ محمد یوسف چشتی کیا یاد آئے جذبوں کی سچائی یاد آ گئی، خوبصورت عقیدتوں کا ایک تحرک سا خیالات کے سمندر میں تلاطم بپا کرتا محسوس ہوا۔ علامہ یوسف چشتی عمر کے اعتبار سے ہم سے کچھ پہلے کے بابوں کے ساتھ ہمسفری کا اعزاز رکھتے تھے لیکن انکے بڑھاپے اور ہمارے شباب کو کچھ وقت کے لیے ایک ہی محور اور ایک ہی مرکز کے گرد اگرد طواف محبت کرنے کی عزت حاصل رہی۔ آج تاریخ، اقتدار اور فضیلتیں قبضہ گروپ کے ہاتھ نہ چڑھی ہوتیں تو علامہ یوسف چشتی بہت بڑے انسان تسلیم کر لیے گئے ہوتے بلاشبہ ان میں ایک بڑے آدمی کی خوبصورت خصلتیں موجود تھیں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب مری روڈ سیداں نمبر ۲ میں مسجد گل سراج میں مولانا احمد دین سلطان پوری فارسی اور فقہ کی تعلیم دیا کرتے تھے علامہ یوسف چشتی کو استاد محترم کی محفل میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ محفل برخاست ہوئی اور ہم سب لوگ مسجد سے باہر نکلے شومئی قسمت کہ ایک قادیانی وکیل ہم سب کو آ ٹکرا اور ہرزہ سرائی کرنے لگا

یہ مولوی بڑے بڑے پگڑ باندھ کر، چغے زیب تن کیے آنکھوں میں کاجل لگائے اور داڑھیوں کو کالا کیے لوگوں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں علم پڑھا نہیں ہوتا اور علامے فہامے بنے ہوتے ہیں۔

علامہ یوسف چشتی نے وہ جو اُن کی ٹھکائی کی کبھی صرف کا پچھاڑ ڈالتے اور کبھی نحو کا تازیانہ رسید کرتے کبھی منطق کا پنجا دیتے اور کبھی روایت درایت کی گرہوں میں کس لیتے مجھے پہلی بار اندازہ ہوا مولانا بلا کے ذہین عالم دین تھے۔ قادیانی جب بھاگا تو مولانا نے چینڈوی سوغاتوں کے جو گل دستے دیے مولانا کی زندگی کا بے ساختہ پن مذہبی تاریخ کا حصہ بن گیا اس لیے کہ یہ سب کچھ عشق رسول میں تھا لگتا تھا علامہ نے سورۃ تبت کی زکوۃ نکالی ہوئی ہے۔

علامہ سید محمود رضوی نے جس دن لاہور شاہی مسجد میں یارسول اللہ کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کیا اتفاق کی بات ہے اُسی روز صبح صبح کریم پورہ لال مسجد میں میرا درس قرآن تھا۔ جذبات، احساسات اور عشق رسول کا ایک سمندر تھا جو شاہی مسجد کے میناروں کے سائے تلے اُنڈے جا رہا تھا۔ کانفرنس میں حاضری کے بعد واپسی ہونے لگی تو ایک نوجوان نے اطلاع دی کہ گستاخوں کے ایک گروہ نے راولپنڈی کے چند جید علماء پر حملہ کر دیا ہے۔ اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ راولپنڈی پہنچے تو اضطراب و تشویش کی لہر نے ہر عاشق رسول کو افسردہ کر دیا۔ صبح صبح اپنے شفیق اُستاد قاضی محمد اسرار الحق حقانی کی خدمت میں حاضری ہوئی تو آپ نے فرمایا علامہ چشتی شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ میں ان کی معیت ہی میں جامع مسجد مائی حاجن کے ایک حجرہ میں علامہ کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوا۔

وہ منظر اس وقت بھی میرے سامنے ہے زلف تابدار چہرے پر سایہ فگن موٹی موٹی مقناطیسی آنکھیں۔ باہیں گلے میں لٹکی ہوئی۔ شفاف چہر خضاب رسیدہ داڑھی، نحیف بدن گرج دار لہجہ یقین اور ایمان میں ڈوبا ہوا اسلوب گفتگو فرمایا:

”ہم لوگ بکے ہوئے ہیں، ہمارا اپنا کچھ بھی نہیں، اللہ نے ہمیں پیدا ہی حضور ﷺ کے لیے کیا ہے، ہم تو لب موت بھی یارسول اللہ کا نعرہ لگاتے جائیں گے“

بیماری اور ریش بدن کے باوجود مولانا کے چہرے پر اکتاہٹ نام کی کوئی شی موجود نہیں تھی۔ دیکھنے والے کو اچھی طرح محسوس ہو رہا تھا کہ اللہ نے مولانا کے دل میں محبت، خلوص، ایثار اور اپنے محبوب میں جاں گذاری کے جذبات کی دھک دھک بھر دی ہے آپ اُستاد محترم سے فرمانے لگے قاضی صاحب دعا فرمائیں اور مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے میرے زخموں پر ہاتھ پھیر دیں آپ آل رسول ہیں شفا بھی مل جائے گی اور سوغات غریباں کو قبولیت کی سند بھی مل جائے گی۔

علامہ یوسف چشتی کے رہنے سہنے میں وضع داری بود و باش میں خودداری اور ملنے گلنے میں دوست داری کی اقدار کی روشنی موجود رہتی تھی۔ آپ عام گفتگو سادہ اور دھیمے انداز میں فرماتے لیکن خطابت کے دوران ایک شکاری کی طرح اپنے شکار پر جھپٹتے پلٹتے اور لہو گرم رکھتے لیکن دانہ ہر جگہ پھینکنے کے عادی نہ تھے آپ لوگوں کی عادات سے اچھی طرح واقف رہتے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ نے نازک مواقع پر بھی امانت اور ایمان کی قدروں کو ضائع نہ ہونے دیا۔

آپ جن دنوں راولپنڈی خیابان سرسید میں مقیم تھے مجھے ان کا پڑوسی ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ آپ جس ادارہ کے سربراہ تھے اُس

کا نام ادارہ تعلیمات مصطفےٰ تھا۔

ایک دن مجھے ایک جلسہ میں شرکت کے لیے "فتح جنگ" جانا پڑا۔ دیکھا بہت سے لوگ جلسہ میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔ اگر میں بھولتا نہیں تو شیر عالم مجددی اور علامہ یوسف چشتی صاحب جلسہ میں داخل ہو رہے تھے خاصہ عرصہ بعد علامہ چشتی کا خطاب سنا۔ جذبات کے فوارے، نعروں کا جوش و خروش اور لطیف احساسات کا میلا لگا ہوا تھا۔ علامہ چشتی کی تقریر عشق و محبت کا ایک سیل رواں تھا وگرنہ ہونٹوں سے صرف لفظ نچھاور کیے جاتے ہیں جن میں دل نہیں ہوتا۔ تقریر کے بعد حسب معمول میں بھاگ کر جلسے سے نکلنے لگا تو چشتی صاحب میرے تعاقب میں دوڑے اور فرمایا آپ تک ایک کام ہے میں نے رک کر عرض کی جناب والا" آج عرش فرش پر کیسے آ گیا؟" ارشاد فرمائیے" میں کیا خدمت کر سکتا ہوں"۔

علامہ نے فرمایا:

غلطی سے دو بوری آٹا ادارہ تعلیمات اسلامیہ کی امانت تھی میرے ادارے میں کوئی اتار گیا۔ شاہ جی حکم فرمائیں یا تو میں کل آٹا پہنچا دونگا یا پھر مجھ سے قیمت وصول کر لیں چاہیں تو آپ معاف بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے عرض کی علامہ صاحب طالبین علم کا مال میں معاف تو نہیں کر سکتا البتہ آپ رہنے دیں میں خود آٹے کی قیمت ادا کر دوں گا۔

علامہ چشتی واپس جلسہ میں تشریف لے گئے اور میں راولپنڈی آ گیا اگلے دن میری حیرت کی انتہا مولانا نے امانت ادارہ تعلیمات اسلامیہ میں پہنچادی۔

علامہ یوسف ایک اچھے انسان اور اعلیٰ کردار کے مالک انسان تھے صرف اور صرف القاب کے شہرے میں لت پت ہی نہ تھے اعلیٰ اخلاق اور انسانی خدمات ایسے اوصاف پائے تھے۔ عام لوگوں سے قریب رہ کر خوشبو خوشبو زندگی بسر کی تھی۔

یوسف چشتی نے اپنی تدریسی خدمات کا سفر اٹک، منڈی بہاؤالدین براستہ وزیر آباد راولپنڈی تک محدود رکھا۔ وہ ٹھیٹھ قسم کے آدمی تھے ادیبوں کی منافقت اور شاعروں کی لفظ فروشی دونوں سے ناواقف تھے درس نظامی کی تمام کتب پڑھی ہی نہیں تھیں پڑھا بھی لیتے تھے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ درس نظامی کی باقی مخلوق کی طرح چہرے پر مصنوعی سنجیدگی کی نقاب نہیں چڑھائی ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے چہرے کو پردہ سے مستغنی کر لیا تھا۔ ہنسنے، مسکرانے اور خوش رہنے والے انسان تھے شاید اسی ادا نے انہیں سکون سے جینے کا ڈھنگ سکھا دیا تھا۔ غربت میں مسکرانے اور ہنسنے والے بہت کم لوگ دیکھے ہوں گے بڑی بات ہے کہ مولانا ہنستے اور مسکراتے بھی تھے۔

علامہ چشتی نے مغرب کے چیلے اور بھیڑ کیلے خیالات کا ہمیشہ رد کیا۔ مولانا بڑے مزے کے لگتے جب وہ بولتے ہوئے تیز رفتاری سے کبھی اوپر اٹھتے کبھی بیٹھنے کے قریب جھکتے اور رواں دواں لفظوں کی پرواز میں بلندی آ جاتی معانی اور مطالب کی مقصدیت لہجے میں تناؤ پیدا کر دیتی۔ غصے اور جلال کی عظمت پھوار برساتی لگتا جیسے محفل میں مولانا سے خوفزدہ ہو کر دین دشمن لوگ لومڑیوں کی طرح بھاگے جا رہے ہیں اور چیختے ہیں بچاؤ بچاؤ اور مولانا کہتے ہیں پکڑو پکڑو ایسی تیسی گستاخان رسول کی۔ مولانا چشتی قریباً اسی سال کا بابا بیس سال کا نوجوان لگتا برکات احمد چشتی نے میری تصحیح کر دی وگرنہ میں تو سمجھا علامہ صاحب نے پچپیس سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔

خیابان سر سید محمدی چوک میں فروٹ کی دکان پر ایک دن علامہ صاحب سے میری ملاقات ہوگئی اور آپ نے مجھے آموں اور سیبوں کا تحفہ دیا اور میں نے انہیں بادام پیش کیے اور چوک ہی میں یادوں کا چراغاں ہونے لگ گیا۔ اسے خوش قسمتی کہیے یا بدقسمتی، ضیاء الحق کا شرارتی دور موضوع سخن بن گیا۔ مال زکوٰۃ کا سیاسی رشوت بنانا نجدیت کی یلغار، امریکی غلامی بہت ساری باتیں راتیں اور حکایتیں یاد آ گئیں۔ آرا بازار کی جامع مسجد میں یا رسول اللہ کی تختیاں ضیاء الحق کے حکم پر نیچے پھینکی گئیں اور جنرل ضیاء الحق نے مسجد نجدیوں کو دینے کی پوری کوشش کی مجھے پس زنداں ڈال دیا گیا اب جو عوام میں مخدوم زادہ قاضی محمد اسرار الحق حقانی اور علامہ یوسف چشتی نے تحریک یا رسول اللہ جاری کی۔

میرے بھائی سید فرحت شاہ مرحوم علامہ چشتی کی تقریریں بعد کے زمانے میں مزے لے لے کر سناتے دونوں کا تعلق چونکہ اٹک سے تھا تو باتوں میں یادیں اور یادوں میں باتیں بڑا سکون بانٹتی۔ اب تو دونوں اناللہ ہو گئے۔

حیف در چشم زدن محفل یار آخر شد

روئے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

ایک دن خیابان ہی میں سر شام ہوا کے تیز جھکڑ چلنے لگے۔ میں دروازے کی چٹخنی چڑھانے باہر نکلا تو دیکھا علامہ چشتی ایک طالب علم کے ساتھ رومال میں منہ لپیٹے اپنے گھر کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں میں نے زبردستی کی اور انہیں ڈرائنگ تک لے آیا شاید ان کے ساتھ زندگی کی یہ آخری چائے تھی جسمیں ہم شریک ہوئے۔ مولانا اسکے بعد تھوڑا عرصہ ہی دھوپ اوڑھ کر، راتیں پہن کر اور دنوں کی دستار سجا کر

زندگی کا قرض ادا کر سکے۔ بڑی بات یہ کہ مرکزِ فکر سے تعلق آراستہ رکھا، عشقِ رسول کے گیت گاتے رہے، زندگی کی مسافتیں غربت کی تحسین کے ساتھ طے کیں لیکن چہرے کا نور ضائع نہ ہونے دیا۔ درود کی تسبیح چلتی رہی، سلام تسبیح میں مہکتا رہا پھر خاموشی سے بالکل خاموشی میں شہر خموشاں کی طرف کوچ کر گئے۔ مولانا نے کرب زار دنیا میں مشکل سفر کیا لیکن ساعتوں کے نگر میں اپنی زوردار اور سچی آواز سے ایک میلے کا سامان پیدا کر گئے۔ پنڈی شہر میں دیکھتے دیکھتے میرے استاد محمد دمزادہ اسرار الحق حقانی، عبدالغنی نرگس، عارف اللہ شاہ قادری، مولانا گل آرام، شیخ الحدیث حضرت محی الدین شاہ بہت سے لوگ اس بستی میں جا بیٹھے جہاں یوسف چشتی نے بھی پہنچنے میں سرعت برتی۔ اب تو ان لوگوں کی یادوں کا سرمایہ ہی رہ گیا آج دیدہ و دل سے زخموں اور غموں کے چبھتے تراشے ہی کاغذ پر سجائے جا سکتے ہیں۔ آخری بات یہ کہ یوسف چشتی مصلی پر کھڑے ہو کر قوم کو قبلہ رو کرنے والوں کے قبیلے کا ایک اہم رکن تھا۔ اس اعتبار سے تو وہ اپنے ہی قبیلے سے تھے ہم سب کو اپنے قبیلے والے یاد رکھنے چاہییں۔

☆☆☆

ہفت رنگ زندگی کی ایک خوبصورت تصویر

سید ہاشمی حسین شاہ

حدیث دلبراں

نامور ادیب، ممتاز دانشور اور معاملہ فہم قائد علامہ اقبال احمد فاروقی مدظلہ العالی کا سبق آموز مکتوب

حضرت محترم مکرم قبلہ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مجلہ اب تسلسل سے آنے لگا ہے۔ دوردوسلام نمبر بڑی برکات لے کر آیا اور ماہ مئی کا مجلہ اپنے صفحات پر الیواقیت والجواہر سجائے پہنچا۔ آپ نے اپنے احباب علم و قلم کا ایک دانشور حلقہ قائم کر لیا ہے۔ مگر آپ کی اپنی تحریریں روشن اور نمایاں نظر آتی ہیں۔ مجھے ان تحریروں کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ آپ کی ان کوششوں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور آپ کے احباب کو نذرانہ تحسین ادا کرتا ہوں۔

مبارک پور کے جامعہ الاشرفیہ کے علمائے اہل سنت نے اُمت کو درپیش مسائل غور وخوض کرنے کے بعد مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ دل چاہا کہ پاکستان کے علمائے اہل سنت بھی فقہی اور اعتقادی راہنمائی کے لئے ایک بورڈ بنائیں جس میں اُمت کو پیش آمدہ مسائل پر تحقیق کی جائے۔ میں نے تمام علمائے اہل سنت پر نگاہ ڈالی تو میری نظر صرف آپ کے چہرے پر اٹکی۔ ہمارے علمائے کرام کچھ تو سیاسی گلیوں میں گھوم رہے ہیں اور کچھ کنج گرفتہ ذکر خدا رابہانہ ساخت بن گئے ہیں۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ پاکستان میں آپ کے زیر نگرانی علمائے اہل سنت کا ایک ایسا بورڈ قائم ہو جو موجودہ مسائل پر تحقیق کرے اور ملت کی راہنمائی کرے۔ مجھے آپ کی مصروفیتوں اور کثرت کار کا احساس ہے مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت اگر آپ توجہ کریں تو ایسا ادارہ قائم ہو سکتا ہے جو امت کی دینی رہنمائی کرے۔

آج میدان خالی دیکھ کر ریٹائرڈ فوجی افسر اور سول افسر آگے بڑھ کر دینی مسائل کے کام کر رہے ہیں۔ بے دین طبقہ ذرائع ابلاغ پر بیٹھ کر قرآن و احادیث کا مذاق اڑا رہا ہے۔ ملحد دانش ور دینی مسائل کی تشریح میں تلے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں مجھے آپ سے استدعا کرنا ہے کہ آپ آگے بڑھیں اور رہنمائی فرمائیں۔

اس تجویز پر عمل کرنا مشکل ضرور ہے مگر آپ کی اہلیت اور قابلیت کے پیش نظر اُمید لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میرے سامنے جامعہ نعیمیہ، جامعہ نظامیہ، جامعہ محمدیہ بھیرہ شریف، کراچی کے علماء کرام ہیں مگر وہ جن امور میں الجھے ہوئے ہیں وہاں یہ کام مشکل نظر آتا ہے۔

والسلام

اقبال احمد فاروقی لاہور

مدیر اعلیٰ ماہنامہ جہانِ رضا

☆☆☆

بخدمت محترم ومکرم استاذ العلماء

حضرت علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب

مدیر اعلیٰ ماہنامہ دلیل راہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شاہ بخیر۔ میں دل کی عمیق گہرائیوں سے شکر گذار ہوں آپ گاہے گاہے توجہ فرماتے ہیں۔ ماہنامہ "دلیل راہ" پہلی بار ملا۔ شکریہ حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ شہادت پر ایک آرٹیکل لکھا تھا جو مظفر آباد کے مقامی اخبارات میں شائع ہوا اور دیگر اخبارات کو بھی بھیجا گیا تھا۔ نیز ان کی شہادت سے چند دن پہلے "دہشت گردی خودکش حملوں" کے حوالے سے ایک مضمون لکھا تھا جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی ایک کاپی بھی ارسال ہے۔ یہ دونوں آرٹیکل "دلیل راہ" میں قابل اشاعت ہوں تو شائع فرما دیں "قلم" کے تین شمارے ارسال خدمت ہیں۔

محتاج دعا

سید محمد اسحاق نقوی

مدیر اعلیٰ ہفت روزہ "قلم" آزاد کشمیر

☆☆☆

مکرمی مدیر دلیل راہ

السلام علیکم

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے اور دین متین کی ترویج میں مصروف ہوں گے۔

سرمایہ اہل سنت پیر سید ریاض حسین شاہ کا ترجمہ قرآن اور دلیل راہ کا تازہ شمارہ موصول ہوا، بڑی خوشی ہوئی۔ پڑھنے کے بعد ہر قاری کی

ایک ہی آواز ہوگی کہ قبلہ شاہ صاحب نے قرآن کے ترجمے کا حق ادا کر دیا ہے۔ نہایت آسان زبان اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت سے آراستہ یہ ترجمہ قاریٔ قرآن کے ایمان اور عقیدے کا محافظ ہوگا۔ ماہنامہ دلیل راہ اپنی مثال آپ ہے۔ مضامین نہایت مستند حیثیت کے حامل ہیں۔ خصوصی طور پر حضرت سید ریاض حسین شاہ صاحب کا اداریہ پڑھنے کے لائق ہوتا ہے۔

اس موقع پر قبلہ شاہ صاحب اور اتفاق اسلامک سنٹر کے جملہ اراکین کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آپ سے التماس ہے کہ علما، اہل سنت کی تفاسیر اور کتب کی یہاں اشد ضرورت ہے۔ قبلہ شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن کے مزید نسخے ارسال فرمائیں تاکہ احباب اور علماء تک یہ عظیم ترجمہ پہنچ سکے اور زیادہ سے زیادہ علماء و مشائخ اس سے مستفید ہوسکیں۔ میں خود اپنے درس میں آپ کے ترجمہ سے استفادہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ قبلہ پیر سید ریاض حسین شاہ کو صحت کاملہ کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ ان کا سایہ تادیر عوام اہل سنت پر قائم رکھے اور آپ کی دینی، سماجی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

مزید تعاون کا منتظر

صاحبزادہ صوفی سلیمان نقشبندی مجددی

امیر جماعت اہل سنت ضلع سبی

☆☆☆

علمائے کرام کو دین مبین کا کام کرتے ہوئے انسانی طبیعت کے قفل میں درست، موزوں اور کارگر چابی لگانی چاہیئے۔ عزم وہمت کے ساتھ دو کام ساتھ ساتھ آگے بڑھاتے جائیں۔ اسلام کے نظریاتی اور روحانی سرمایہ کا ابلاغ اور پاکستان کی محبت اور استحکام کا جذبہ ارزاں کرنا۔ مشائخ عظام کو دعوت واصلاح کا کام صحیح راستے سے کرنا چاہیئے اور لوگوں کی گردنیں طاغوت سے چھڑوانی چاہیئں نہ کہ طاغوت آزمائی کے موقعوں کی تلاش منشور حیات بنالی جائے۔ قلم کاروں کو چاہیئے کہ امہ کا کاز حکمت عملی، منطق اور استدلال سے پیش کریں۔ علم وعرفان کے تیر جاہلیت کے نشانہ پر بیٹھنے چاہیئں بلکہ جہالت کے جگر سے پار ہونے چاہیئں۔ تاجروں کو چاہیئے کہ نظام استحکام جب خطرے میں ہے وہ اپنی دولت پر سانپ بن کر نہ بیٹھ جائیں، اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ مظلوموں، ضرورت مندوں اور مفلسوں کے سر پر ہاتھ رکھیں۔ مسلمان ممالک کی رعایا کو بادشاہ پرستیاں، خرمستیاں اور لاپرواہیاں چھوڑ دینی چاہیئں اور رسول اللہ ﷺ کی راہوں پر جم جانا چاہیئے اور ہر حالت میں عقیدہ ویقین اور عمل اور روحانیت کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہوجانا چاہیئے۔

گفتنی و نا گفتنی سے ایک اقتباس

بھائی جان میڈیکوز-لوہاری گیٹ لاہور

حرف حرف دھڑکتا ہوا، لفظ لفظ بولتا ہوا، بات بات من میں اترتی ہوئی

علامہ سید ریاض حسین شاہ

کی فکرِ قرآن سے منور اور عشق رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی روح پرور انقلاب انگیز تصانیف

خود پڑھیے دوسروں کو پڑھایئے

تبصرہ (سورہ یوسف، سورہ یٰس) — قرآن حکیم کی جمال آراء اور حکمت افروز تفسیر

معجم اصطلاحات — علمی وفنی اصطلاحات کا نادر مجموعہ

سنابل نور — مرشد الکریم حضرت لالہ جی محمد جمشید قدس سرہ العزیز کی محافل نور کی حکایات مہر ومحبت

لوح و قلم تیرے ہیں — اسلامی انقلاب کے لیے سلگتے جذبوں کا تحریری اظہار

صبح زندگی — اخلاقی اور روحانی زوال کی مہیب تاریکیوں میں ملت اسلامیہ کے لیے حیات جاوداں کا پیغام

صفیر انقلاب — خواب غفلت میں ڈوبے ہوئے افراد ملت کے لیے دعوت عمل

پروقار محبت عزت نواز عشق — حُبّ رسول ﷺ کی جاں نواز کیفیات کی ایمان افروز تفصیل

سراغ زندگی — فلسفۂ عبادت پر ایک منفرد تحریر

حقیقت تقویٰ — تقویٰ کی کیفیتوں اور تقاضوں پر مشتمل ایک حسین تصنیف

میلاد النبی ﷺ بیان و برکت — علامہ ابن جوزی محدث کی مشہور کتاب "بیان المیلاد النبوی" کا سلیس اردو ترجمہ

- Philosphy of Taqwa
- Path to Eternity
- Dignified Love That Glorifies

- مفاہیم قرآن
- حسن السمت
- بار امانت
- معیار عمل
- ابو درداؓ
- عبدالرحمن بن عوفؓ
- معصب الخیرؓ
- عباس بن عبدالمطلبؓ
- صہیب بن سنانؓ
- بلال حبشیؓ
- سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ
- جعفر بن ابی طالبؓ
- ابوایوب انصاریؓ

اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 5838038

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ، خیابان سرسید سیکٹر III، راولپنڈی۔ فون: 4831112

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد۔ فون: 8713691